ماہنامہ محدث بنارس

شمارہ/۱	ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ	جنوری ۲۰۰۸ء	جلد/ ۲۶

مدیر
عبدالوہاب حجازی

پتہ
دارالتالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک
سالانہ ۱۲۰/ روپے
فی پرچہ ۱۲/روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوچکی ہے۔

اس شمارہ میں

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

حج بیت اللہ توحید کا سب سے بڑا مظہر

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴾ (سورۃ الحج:۲۶-۲۷)

اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ الصلاۃ والسلام) کو (اپنے) گھر کی جگہ بتادی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا، اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو، لوگ تیرے پاس پیدل چل کر اور دبلے پتلے اونٹوں (سواری) پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔

یہ ایک ایسی ندا اور صدا کا ذکر ہے جب اس بیت اللہ کے آس پاس کچھ نہ تھا، اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی فدائیت اور اللہ تعالیٰ کا ان پر انعام یہ ایسی شواہد ہیں جو رہتی دنیا تک دہرائے جاتے رہیں گے۔

ابراہیم کی صدا اور اللہ کا ان کی صدا کو ہر گوشۂ ارضی تک پہنچانے کا وعدہ اور پھر دنیا کے کونہ کونہ سے جوق در جوق بیت اللہ میں حاضری، یہ سب اس لئے ہے تا کہ لوگ اپنے بھلائی کی جگہ کو دیکھ لیں، لیشهدوا منافع لهم.

حج بیت اللہ کے تمام ارکان وحدانیت کا اعلان ہے، احرام باندھنے سے لیکر طواف وداع بلکہ اپنے گھر لوٹنے تک جتنے مشاہد ہیں سب اللہ کی ذکر کے لئے ہیں، جب انسان احرام باندھ کر نیت کرتا ہے اس وقت سے لاشریک لک (اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں) کی صدا بلند کرنے لگتا ہے، طواف کی ابتداء اللہ اکبر سے، سعی کی ابتداء اللہ اکبر سے، جمرات میں ہر ہر رمی پر اللہ اکبر، قربانی اللہ کے نام سے کرتا ہے، غور کریں ہر جگہ صرف اللہ کی بڑائی یعنی اللہ سب سے بڑا ہے، ہماری خواہشات سے، ہمارے مقاصد سے، ہماری تمناؤں سے، ہماری رشتہ داریوں سے، ہمارے مال ومتاع سے بلکہ دنیا کے ہر بادشاہ وملوک سے، ہر طرح کی جاہ ومنال سے، سب سے بڑا اللہ ہے۔ یہ ایسا درس ہے جو ایک حاجی کو حج کی ادائیگی سے ملتا ہے، مسلمان دنیا کے جس علاقہ کا ہو، جس عقیدہ کا، جس رنگ وزبان کا، جس منصب وعہدہ کا ہو، اس منادی کے جواب میں سب کو برابری کا درجہ، ایک لباس، ایک صدا، ایک ہی مقصد، دنیا میں ایسی وحدانیت کی دوسری کوئی مثال نہیں، لاکھوں کا مجمع نہ بدنظمی نہ انتشار، نہ لڑائی نہ جھگڑا۔

یہ تمام مشاہد اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے، کاش حاجی صاحبان اسی سے درس لیتے اور اس اخلاق حمیدہ کے عادی بن جاتے جو حج کے دوران ان کو نصیب ہوتے ہیں اور ہر ایسے عمل سے پرہیز کرتے جو للہ کی کبریائی کے منافی اور شرک میں مبتلا کرنے والے ہوں۔

☆☆☆

درس حدیث:۱۰۹

فضائل قربانی

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/ استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن عائشة، قالت: قال رسول الله ﷺ: ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، وإنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها، وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض، فطيبوا بها نفسا. رواه الترمذي وابن ماجه . (مشكاة ج ۱، ص ۱۲۸)

قال الترمذي: هذا حديث حسن غريب، وقال صاحب التحفة: فالظاهر أنه حسن ...... (التحفة ج ۵، ص ۷۵)

ترجمه: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ۱۰رذی الحجہ قربانی کے دن بنی آدم کوئی بھی عمل خیر ایسا نہیں کرتا ہے جو اللہ تعالی کے نزدیک قربانی پیش کرنے سے زیادہ محبوب ہو، اور بیشک قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، اور اپنے بال، اور کھر سمیت آئے گا، (اور قربانی کرنے والے کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا)، اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ پاک کے یہاں شرف قبولیت حاصل کرلیتا ہے، اس لئے قربانی طیب خاطر اور برضا ورغبت پیش کرو۔ (ترمذی وابن ماجہ، حدیث حسن)

تشریح: احادیث شریفہ کی روشنی میں قربانی کے کل ۴؍دن ہیں، ۱۰رذی الحجہ تا ۱۳رذی الحجہ، اور قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوکر ۱۳رذی الحجہ کی شام کو ختم ہوتا ہے، ان ایام میں سب سے افضل پہلے دن ۱۰رذی الحجہ کی قربانی ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے واضح ہے، نیز یہ دن عشرۂ ذی الحجہ کا آخری دن بھی ہے، اور ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دن بہت ہی خیر و برکت کے ہیں، بخاری شریف میں ایک مرفوع روایت ہے کہ ان ایام میں کوئی بھی عمل خیر اللہ پاک کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے، سوائے اس جہاد کے جس میں انسان نے اپنی جان اور اپنے مال دونوں کو قربان کردیا ہو۔ "عن ابن عباس (مرفوعا): ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشر ... الحديث. رواه البخاري. (مرعاۃ ج۵،ص۹۰)

حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قربانی انتہائی اخلاص، اور رضا ورغبت سے پیش کرنی چاہئے، اللہ تعالی نے بھی نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے: ﴿فصل لربك وانحر — الكوثر: ۲﴾ یعنی "پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر" (جوناگڈھی ؒ)

رب العالمین! امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ طیب خاطر واخلاص قربانی پیش کرنے کی توفیق مرحمت فرما، آمین۔

☆☆☆

افتتاحیہ

معاش اور معاشی جد وجہد کی اہمیت
قرآن وسنت کی روشنی میں

مولانا عبدالوہاب حجازی

عربی زبان میں زندگی رکھنے والے جانداروں کے لئے ''عیش'' کا لفظ خاص ہے جبکہ ''حیات'' جاندار مخلوقات، اللہ تعالی اور فرشتوں سب پر بولا جاتا ہے، اسی مادہ سے مشتق الفاظ ''معاش''، ''معیش'' اور ''معیشت'' مصدر اور اسم دونوں مستعمل ہیں حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''آداب المعاش'' کی سرخی قائم کرکے رہن سہن کے آداب واحکام بیان کئے ہیں، اسی سے متعلق ''فن المعاملات'' کی سرخی کے تحت ذرائع معاش اور ان کے حصول کے گر بتائے ہیں، اردو زبان میں معاش روزی اور بسر اوقات کی اشیاء کے لئے بولا جاتا ہے، ذوق دہلوی کہتے ہیں:

دل کی معاش غم اسے غم کی تلاش ہے ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑ ابد معاش ہے

صاحب حجۃ اللہ البالغہ نے ''فن المعاملات'' میں اصل ذرائع معاش چار چیزوں کو بتایا ہے: کاشتکاری، مختلف اقسام کے جانور پالنا، بحر وبر سے مباح مال جمع کرنا جیسے معدنیات، نباتات اور حیوانات اور صنعتیں جیسے بڑھئی، لوہاری اور کپڑے بننے وغیرہ کی صنعت اور معدنیات سے متعلق صنعتیں جیسے زیورات اور برتن سازی وغیرہ اور فروعی ذرائع معاش کی حد نہیں ہے، تجارت، حکومتی ملازمت، تمام انسانی ضروریات سے متعلق ذرائع معاش، انسانی تمدن اور عیش وعشرت کی طلب کے ساتھ بے شمار ذرائع معاش وجود میں آتے ہیں''۔

انسان اپنے اختیار سے اپنے مناسب حال جو ذریعہ معاش اختیار کرنا چاہے اس میں وہ آزاد ہے، اللہ تعالی جو اس کائنات کا اصل مالک ہے اس نے تو انسان کے لئے یہاں تک فرما دیا ہے: ﴿ هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعا ﴾ (البقرۃ:۲۹) وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب پیدا کیا ہے۔ اس میں کچھ حرام چیزوں کو دوسرے نصوص میں مستثنی کردیا گیا ہے۔ بقیہ پوری روئے زمین بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اللہ کا عام دسترخوان ہے ۔

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست

قرآن مجید اور سنت نبویہ میں ''مال'' کے لفظ کا بکثرت استعمال ہوا ہے، جس سے اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے، مال

سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن سے نفع حاصل کیا جاتا، اس کی رغبت اور نفس کا اس کی جانب طبعی میلان ہوتا ہے، اسے اللہ تعالی نے بسر اوقات اور ذرائع معاش کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ارشاد ہے: ﴿ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التى جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا﴾ (النساء:۵) بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو، جس مال کو اللہ تعالی نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔

اللہ تعالی نے انسانوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وجعلنا النهار معاشا﴾ (النبأ:۱۱) اور دن کو ہم نے روزگار کا وقت بنایا (تا کہ کسب معاش کے لئے لوگ دن کی روشنی میں دوڑ دھوپ کریں)، ایک مقام پر فرمایا: ﴿ولقد مكناكم فى الأرض وجعلنا لكم فيها معايش قليلا ما تشكرون﴾ (الاعراف:۱۰) اور بلاشبہ ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی ہے اور ہم نے تمہارے لئے اس میں بہت سا سامان رزق پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو‘‘۔ اسباب معاش کے ایک ایک جزئیہ پر اللہ تعالی توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فلينظر الانسان الى طعامه، انا صببنا الماء صبا، ثم شققنا الأرض شقا، فأنبتنا فيها حبا، وعنبا وقضبا، وزيتونا ونخلا، وحدائق غلبا، وفاكهة وأبا، متاعا لكم ولأنعامكم﴾ (عبس:۳۲)

انسان اپنے کھانے کو دیکھے کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر اچھی طرح زمین کو پھاڑا، پھر اس میں سے اناج اگائے، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغات اور میوے اور گھاس چارے بھی اگائے جو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے متاع زندگانی ہے۔

حیوانات میں کیسے کیسے اسباب معاش پیدا فرمائے اس کا ایک منظر ذیل کی آیت میں دیکھیں:

﴿والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون، ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون، وتحمل أثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الأنفس، ان ربكم لرؤف رحيم، والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق ما لا تعلمون﴾ (النحل:۵-۸)

اللہ نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں، اور بھی بہت سے منافع ہیں، اور بعض کو تم کھاتے ہو اور ان میں تمہارے لئے رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی، اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر آدھی جان کئے پہنچ ہی نہیں سکتے، یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے، گھوڑوں کو، خچروں کو گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں، اور بھی وہ ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

دریاؤں اور سمندروں میں اس کے پیدا کئے ہوئے اسباب رزق تلاش کرو اور اس کی شکر گزاری کرتے رہو، ارشاد فرمایا:

﴿وهو الذی سخر البحر لتأکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها، وتری الفلك مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون﴾ (النحل:۱۴)

اور اللہ ہی نے دریا وسمندر تمہارے بس میں کردیئے کہ تم اس میں سے نکال کر تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکالو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا رزق تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزاری بھی کرو۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالی کاروبار زندگانی اور تجارت وغیرہ کے لئے حکم کے انداز میں مسلمانوں سے فرماتا ہے:

﴿فاذا قضیت الصلاة فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون﴾ (الجمعۃ:۱۰)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ایک مقام پر قرآن کریم میں اللہ نے ذرائع معاش اور تجارت کے لئے روئے زمین کے دور دراز مقامات تک سفر کرنے کا بھی حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿هو الذی جعل لکم الأرض ذلولا فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه وإلیه النشور﴾ (الملک:۱۵)

اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو پرسکون وتابع کردیا کہ تم اس کے اطراف وبلاد واقالیم میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیو، اسی کی طرف مرنے کے بعد زندہ ہو کر کھڑا ہونا ہے۔

ایک مقام پر شہروں شہروں ملکوں ملکوں تجارت اور کاروباری سفر کرنے کا تذکرہ جہاد کے ساتھ کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿وآخرون یضربون فی الأرض یبتغون من فضل الله وآخرون یقاتلون فی سبیل الله﴾ (المزمل:۲۰)

کچھ لوگ زمین میں چل پھر کر اللہ تعالی کی روزی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

کوئی کام، پیشہ اور صنعت اسلام کی نظر میں حقیر نہیں بشرطیکہ اس میں حرمت کا پہلو نہ ہو، اسلام محنت اور جد وجہد کو نہایت قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور کاہلی وکام چوری کو نہایت مبغوض قرار دیتا ہے، ایک صحیح حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لأن یأخذ أحدکم حبله فیأتی بحزمة حطب علی ظهره فیبیعها، فیکف الله بها وجهه خیر

من أن يسأل الناس، اعطوه أو منعوه﴾ (متفق علیہ)

تم میں کوئی اپنی رسی لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لاد کر لائے پھر اسے بیچے پھر اللہ اس کے سبب اس کے چہرہ کو دنیا وآخرت میں آنار رسوائی سے بچائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے وہ اسے دیں یا انکار کردیں۔

ہمارے رسول محمد ﷺ اور تمام نبیوں نے بکریاں چرانے کا کام کیا ہے، کاموں کی تحقیر کرنے اور بیکار بیٹھنے والے اس سے عقل ودانائی حاصل کریں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم، قالوا: أنت يا رسول الله؟ قال: نعم كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة". (صحیح البخاری ۴۸/۲)

اللہ نے جو نبی بھیجا ہے اس نے بکری چرائی ہے، صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! اور آپ؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، میں بھی کچھ قیراط سکۂ اجرت کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے مخلوق کی ہدایت کے لئے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے بھیجنے کے ذکر کے بعد لوہا کی عظیم الشان قوت اور قیمت کا تذکرہ فرمایا ہے جو انسان کی بے شمار مضبوط صنعتوں اور مصنوعات کی اصل ہے۔ ارشادفرمایا: ﴿وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس﴾ (الحدید:۲۵) اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت ہیبت وقوت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی فائدے ہیں۔

اس میں تمام جنگی ہتھیار تلوار سے لے کر راکٹ اور ٹینک تک اور سوئی سے لے کر بے شمار صنعتی مشینوں اور موٹروں کاروں تک کی صنعتیں اسی لوہا سے متعلق ہیں۔

لوہا کی صنعت اپنے نبی داود علیہ السلام کو سکھلانے کے احسان کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، ارشاد ہے: ﴿وألنا له الحديد، أن اعمل سابغات وقدر في السرد﴾ (سبا: ۱۰-۱۱) اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کردیا کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ۔ یعنی پورے بدن کو ڈھاپنے کے قابل زرہیں جن کے جوڑ مضبوطی لئے ہوئے ہوں۔

ایک صحیح حدیث میں اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده، وان نبي الله داود كان يأكل من عمل يده". (صحیح البخاری ۱۰/۲) جو اپنے ہاتھ سے کام کرکے کھائے اس شخص سے بہتر ہرگز کسی کا کھانا نہیں، اللہ کے نبی داود اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

مساجد کو آباد کرنے والے مومن تجارت اور کاروبار سے شغل رکھتے ہیں لیکن یہ کاروبار زندگانی انہیں اللہ کے ذکر، قیام نماز، اور اداء زکات سے غافل نہیں کرتے، اس کے متعلق اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:

﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلاة وايتاء الزكاة يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والأبصار﴾ (النور:۳۷)

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں مارے ڈر کے بہت سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔

تجارت اور خرید وفروخت اور شہری اور گردوپیش کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسا بازار قائم کیا تھا جس کے اصول وضوابط کی نگرانی آپ خود فرماتے تھے اور اس سلسلہ کے حرام اعمال سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے جس کی تفصیلات کتب صحاح ستہ کے ابواب البیوع میں موجود ہیں، خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "لا يبع في سوقنا الا من تفقه في الدين" (جامع الترمذی، حدیث:۴۸۵) ہمارے بازار میں خرید وفروخت کرنے والوں کو دین کے احکام کا علم وفہم ہونا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مہاجر مسلمان جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنایا تھا اکثر ملک کے بازاروں میں تجارت کا کام انجام دیتے تھے اور انصار بیشتر کاشت کاری اور باغبانی کا کام کرتے تھے، تجارت سے بہت زیادہ دولت حاصل کرنے والوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت معروف ہیں، خلیفۂ اول ابو بکر صدیق اور خلیفۂ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تجارتی شغل رکھتے تھے۔

صحابیات رسول کے مختلف صنعتوں میں شغل ومہارت کے تذکرے ''اصابہ'' اور ''اسد الغابۃ'' وغیرہ میں ملتے ہیں، چنانچہ طبابت وجراحی کے سلسلہ میں عائشہ صدیقہ، ام کبشہ، حمنہ بنت جحش، ربیع بنت معوذ وغیرہ کے نام اصابہ میں مذکور ہیں، تجارت میں خدیجۃ الکبری کا نام سرفہرست ہے، کپڑا بننے کی صنعت بہت سی صحابیات کو معلوم تھی۔ (فتح الباری ۱۴۳/۴) خیاطت اور چمڑے کی دباغت کا ہنر بھی انہیں تھا، چنانچہ حضرت سودہ ام المومنین سے متعلق ''اسد الغابۃ'' میں ان کے تذکرہ میں ہے کہ پیشۂ دباغت سے ازواج مطہرات میں ان کی معاشی حالت بہت بہتر تھی۔

یہ تمام نصوص کتاب وسنت کسب معاش کی راہ میں جد وجہد کی روشنی مہیا کرتے ہیں، اس سے یہ سمجھنا بالکل سہل ہے کہ عبادت یا توکل یا معاشرہ میں حقیر وذلیل سمجھے جانے کے ڈر سے کام چوری کرنا اور دوسروں کے سامنے صدقات وخیرات کے حصول کے لئے ہاتھ پھیلانا اسلام کی نظر میں ناجائز اور بے حد ناپسندیدہ صفت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي" (جامع الترمذی حدیث:۶۴۷) صدقہ کسی مال والے کے لئے حلال نہیں اور نہ ہی طاقت والے اور درست اعضاء والے کے لئے حلال ہے، اور چوری، ڈاکہ نیز غیر سماجی مجرمانہ معاشی سرگرمیاں اسلام کی نظر میں کڑی سزاؤں کے مستحق اعمال ہیں۔ ☆☆

انسانیت کی بہی خواہی ہمارا فرض ہے

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

دنیا میں تحفظِ حقوقِ انسانی کی جو تنظیمیں ہیں وہ ظلم اور حق تلفی کے خلاف آواز ضرور بلند کرتی ہیں، لیکن ان کے احتجاج کا عملی سطح پر کوئی اثر نہیں نظر آتا، ظلم سہتے سہتے انسان مرجاتا ہے لیکن دادرسی کرنے والے کچھ کرنہیں پاتے۔ یہی حال عالمی ادارے اقوام متحدہ کا بھی ہے، اس ادارہ کے اجلاسوں میں قانون وحقوق سے متعلق بڑی دقیق بحثیں کی جاتی ہیں، لیکن دنیا کے مظلوموں کا جو حال پہلے تھا وہی آج بھی قائم ہے۔ میں یہاں پر اخبار کے ایک دوتراشے پیش کرکے آپ کے سامنے ''تحفظِ حقوقِ انسانی'' کی حقیقت اور دعووں کے مابین تعلق کی کیفیت واضح کرنا چاہتا ہوں۔ مؤرخہ ۱۰/اپریل ۲۰۰۷ء کے اردو سہارا میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

ایمنسٹی انٹرنیشنل کو ملک کا دورہ کرنے کی اجازت دی جائے
حکومت سعودی عرب سے مطالبہ

دوبئی، ۹/اپریل (رائٹر) ایمنسٹی انٹرنیشنل نے سعودی عرب سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کی ٹیم کو اس ملک کا دورہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے سعودی عرب میں انسانی حقوق کی مبینہ سنگین خلاف ورزیوں کی رپورٹ دی تھی جس پر سعودی عرب نے اس گروپ پر سخت نکتہ چینی کی تھی۔

ایمنسٹی نے ایک بیان میں کہا کہ سعودی حکام نے گزشتہ ہفتہ جو بیان دیا ہے اور جس میں انسانی حقوق کے تحفظ کے عہد کے ساتھ انسانی حقوق کی دو تنظیموں کو سعودی عرب کا دورہ کرنے کی اجازت دینے کی بات کہی گئی ہے، وہ صحیح سمت میں ایک قدم ہے۔ ایمنسٹی کے بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ کھلے وعدے صحیح سمت میں ایک قدم ہیں، لیکن ان پر عمل بھی کیا جانا چاہئے۔ سعودی عرب کو ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ایک وفد کو اپنے ملک کا دورہ کرنے اور عدلیہ اور انتظامیہ کے حکام سے ملنے کی اجازت دینی چاہئے۔ یہ بیان ۶/اپریل کو جاری کیا گیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل سعودی عرب کی سرکار سے انسانی حقوق کے تحفظ کے ڈھانچے، اس کی ساخت اور اس کے دورۂ کار کے معاملے میں وضاحت طلب کررہی ہے اور انسانی حقوق کے امور پر تعمیری

بات چیت کے اندر اپنی درخواست کو دوہرایا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے سعودی عرب کے عدلیہ کے نظام کو رازدارانہ قرار دیا ہے جس میں اس کے بقول ایذائیں دی جاتی ہیں اور ظالمانہ سزائیں بشمول کوڑے لگانا اور اعضا قطع کرنا دی جاتی ہیں۔ لندن کے اس گروپ نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق فورم سے، جس کی سالانہ میٹنگ جنیوا میں ۲۸/اپریل سے ہورہی ہے، مطالبہ کیا ہے کہ وہ سنگین اور باقاعدہ سعودی خلاف ورزیوں کی مذمت کرے۔ سعودی عرب میں اسلامی نظام نافذ ہے جس میں قاتلوں، زناکاروں اور منشیات کے اسمگلروں کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ سعودی عرب نے ایمنسٹی کی رپورٹ کو حقائق اور معقولیت سے عاری قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا تھا اور اقوام متحدہ کے تفتیش کاروں کو دعوت دی تھی وہ سعودی عرب آکر اس کے عدالتی نظام کا معائنہ کریں۔

پھر ۱۶/اپریل ۲۰۰۰ء کو سابقہ خبر کے جواب کے طور پر ذیل کی خبر شائع ہوئی:

سعودی عرب شرعی قوانین پر عمل سے دستبردار نہیں ہوگا

دبئی، ۱۵/اپریل (رائٹر) سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائف نے کہا ہے کہ ملک کے حقوق انسانی کے ریکارڈ پر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی نکتہ چینی کے باوجود ان کا ملک اسلام کے شرعی قوانین پر عمل درآمد سے دست بردار نہیں ہوگا۔

اگر ان کا زور اس بات پر ہے کہ ہم قرآن وسنت کے مطابق شرعی قوانین کو نافذ نہ کریں تو ہم اس نقطے پر بحث تو کرسکتے ہیں لیکن اسلامی نظریہ اور اسلامی شریعت کی ان کی طرف سے کی جانے والی مخالفت کو ہم دوٹوک مسترد کرتے ہیں۔

شہزادہ نائف کا انٹرویو آج عرب نیوز میں شائع ہوا ہے۔ دیگر سعودی اخبارات نے بھی ایسی ہی خبریں شائع کی ہیں۔ واضح رہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے لئے سعودی عرب پر نکتہ چینی کی ہے، لیکن سعودی افسران نے ان الزامات کو مسترد کردیا ہے۔ ایک سعودی وزیر نے حال ہی میں کہا تھا کہ اگر کسی کو سعودی عرب میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا اشتباہ ہو تو اسے یہاں آکر اپنی غلط فہمی دور کرلینی چاہئے، شہزادہ نائف نے کہا کہ ایمنسٹی کی رپورٹ کا واضح مقصد اسلام کی امیج کو خراب کرنا ہے۔

اس کے بعد ۲۹/اپریل ۲۰۰۰ء کے سہارا میں شائع ہونے والے اس اعداد وشمار پر غور فرمائیے:

میکسیکو سٹی، ۱۸/اپریل (آئی پی ایس) انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا ہے کہ پچھلے سال ۳۱ ملکوں میں ۱۸۱۳ لوگوں کو پھانسی دی گئی تھی، ان پھانسیوں کی ۸۵ فیصد پھانسیاں پانچ ملکوں یعنی چین، جمہوریہ کانگو، ایران، سعودی عرب اور امریکہ میں ہوئیں۔ ان پھانسیوں کے علاوہ پچھلے سال ۶۳ ملکوں میں ۳۸۵۷ لوگوں کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔

۱۹۹۹ء میں ۱۹۹۸ء کے مقابلہ میں کم پھانسیاں دی گئی تھیں۔ ۱۹۹۸ء میں ۲۲۵۸ افراد کو پھانسی کے تختوں پر چڑھایا گیا تھا، لیکن تین ملک ایسے ہیں جن میں اس تعداد میں کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

مثال کے طور پر سعودی عرب میں سرکاری طور پر ۱۹۹۹ء میں ایک سوتین لوگوں کو پھانسی دی گئی تھی، جبکہ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد انتیس تھی، امریکہ میں اس کے برعکس ہوا ہے، یہاں ۱۹۹۹ء میں ۹۸ لوگوں کو پھانسی دی گئی تھی، جبکہ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد ۶۸ تھی۔ ایران میں ۱۹۹۹ء میں ۱۶۵ لوگوں کو پھانسی دی گئی تھی، جبکہ ۱۹۹۸ء میں ان پھانسیوں کی تعداد ۶۶ تھی۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ چین میں اب بھی سب سے زیادہ پھانسیاں دی جاتی ہیں۔ اس نے کہا کہ اس سلسلہ میں اعداد وشمار حاصل نہیں ہوتے، پھر بھی چین سے جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق پچھلے سال کم از کم ۱۰۷۷/افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔

ایمنسٹی کا کہنا ہے کہ چین میں بڑی تعداد میں لوگوں کو سرسری طور پر مقدموں کے بعد پھانسی کی سزا دی جاتی ہے جہاں عدالتوں کی کارروائیاں عام طور پر منصفانہ نہیں ہوتیں۔

پھر ''اسلام اور تشدد'' کے زیر عنوان درج ذیل تحریر پر توجہ فرمائیے:

اسلام پر تشدد کا الزام

یکشنبہ ۲۵/نومبر ۲۰۰۱ء دینک جاگرن:

''نیپال میں ماؤنواز عناصر نے ۳۷ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، حفاظتی دستے کے ہیلی کاپٹر وغیرہ کا نقصان بھی کیا''۔

یہ صرف ایک خبر ہے، قتل اور جرم کے ذریعہ انسانی جان کی ہلاکت کی بے شمار مثالیں روز پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں، اگر ہم انہیں شمار کرنا چاہیں تو شاید طویل جلدیں تیار کرنا ہوں گی۔

اس نوعیت کی خبروں پر ہم ایک اور پہلو سے غور کرنے کی درخواست کریں گے، یعنی یہ جائزہ لینا کہ تشدد اور قتل کی وارداتوں کو انجام دینے والے مسلمان ہیں یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں؟

جس خبر سے ہم نے ان سطور کا آغاز کیا ہے ان کو دیکھ کر کوئی اس طرح کی کارروائی کو ''اسلامی دہشت گردی'' کا نام نہیں دے سکتا۔

ایک اہل قلم کا تاثر یہ ہے:

''ہر طرف ظلم وجارحیت کا بازار گرم ہے، جان ومال اور عزت وآبرو کے خلاف جرائم دن بدن ترقی پر ہیں، انفرادی واجتماعی دونوں سطح پر تشدد ہو رہا ہے، لیکن اس کو مذہب یا قوم ونسل کے نام سے نمایاں نہیں کیا جاتا، لیکن اگر اس طرح کی کارروائی میں مسلمان نظر آرہے ہیں، یا ان کا نام کسی حلقہ کی طرف سے لیا جارہا ہے تو اسے ان کے مذہب کے حوالہ سے ''اسلامی دہشت گردی'' کا نام دیا جاتا ہے!

بہار، آسام اور شمال مشرق کے دوسرے شہروں کے واقعات ہمارے لئے تشویشناک اور افسوسناک ہیں، ان سے ملک میں ترقی اور خیر سگالی کا سلسلہ رک جائے گا، اور عوام کے اندر عدم تحفظ کا احساس بڑھتا جائے گا، اس موقع پر بھی کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کیا مذکورہ علاقوں کے واقعات بھی اسلام سے متعلق ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو فرد کو چھوڑ کر پورے مذہب کا نام لینا قرین انصاف نہیں۔ بعض حلقے تشدد کے معاملے میں انسانیت کے تحفظ کا نام لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کسی دین پر الزام لگا کر کیا انسانیت کی خدمت انجام دی جاسکتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی خاص مقصد کے لئے اور زمانہ کی ہوا دیکھ کر اسلام کا نام لیا جارہا ہے؟

اسلام اور تشدد کے مابین اگر کوئی تعلق مانا جارہا ہے تو اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے جو قرآن وسنت میں موجود ہیں ثابت کرنا چاہئے، اس کے بغیر معترضین کی بددیانتی کے سوا اور کچھ بھی ثابت نہ ہوسکے گا۔

ایک زمانہ تھا کہ اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کا دعوی کیا جارہا تھا، لیکن جب دوسری لڑائیوں کی تفصیلات دنیا کے سامنے لائی گئیں تو بہت سے لوگ غور کرنے پر مجبور ہوئے، الزام ختم نہیں ہوئے، لیکن یہ ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ اب بھی اسے دہرا رہے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، صرف ایک طرح کا تعصب اور عناد کا جذبہ دلوں میں موجزن ہے جو اسلام پر حملہ کے لئے اکساتا ہے، اگر حقیقت سمجھنا ہو تو آج بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، میں آج سے تقریبا (۸۰) سال پہلے لکھی جانے والی سیرت کی مشہور کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کی جلد دوم کا حوالہ دینا چاہتا ہوں، اس میں مصنف علام نے عصر نبوت کے تمام غزوات وسرایا میں مقتولین کی تعداد لکھ کر جنگ عظیم میں جانی نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

ترقی کا ہمارا دعوی

کسی متعین فرقہ کو ظلم وتشدد کا ذمہ دار ماننا، اور مختلف میدانوں میں ترقی کا دعوی کرنا اگر سچائی پر مبنی ہو تو خوشی کی بات ہے، لیکن محض پروپیگنڈا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہو تو بڑی بے شرمی کی بات ہے۔

ہمارے سامنے راشٹریہ سہارا لکھنؤ کے ۱۹ مئی ۲۰۰۷ء کے شمارے کا تراشا ہے جس میں کچھ اعداد وشمار مذکور ہیں، ان کو

پڑھ کر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا اخلاقی وسماجی معیار کیا ہے، اور کیا خرابی اور جرم کسی خاص مذہب یا طبقہ پر موقوف ہے!

اخبار نے یو این آئی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: ملک بھر میں گزشتہ دو سال کے دوران کل (۱۳۶۱۲) خواتین جہیزی اموات کا شکار ہوئیں، جن میں سب سے زیادہ (۴۴۰۱) موتیں تنہا اتر پردیش میں ہوئیں۔ اسی خبر میں کشمیر میں انسانی ہلاکتوں کا حال بتا کر آگے لکھا ہے کہ: اس دوران شمال مشرقی ریاستوں میں (۶۱۹) انتہاپسندوں اور (۴۸۹) سلامتی جوانوں کی موتیں ہوئیں، مذکورہ ریاستوں میں (۷۸۰) شہریوں کے مارے جانے کی بھی خبر ہے۔

مستقبل کی تعمیر

اس عنوان کے تحت ایک قدیم تاثراتی تحریر میں مذکور ہے کہ: ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے حوصلہ کہاں سے ملے گا؟

اس کا مختصر اور بنیادی جواب یہ ہے کہ اپنی دینی کتاب قرآن کریم سے، اس کے بیان یعنی حدیث شریف سے، اسوۂ حسنہ سے اور مسلمانوں کی عظیم وشاندار تاریخ سے، اللہ تعالی کی ذات وصفات پر صحیح اور سچے ایمان سے۔

اہل باطل جب باطل پرستی کے سہارے، اور باطل کی سر بلندی کے لئے اپنا کام کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو اہل حق کو حق کی حمایت اور انسانیت کے احترام وتحفظ کے لئے اس سے زیادہ جرأت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم باطل پر نہیں ہیں، نہ ظلم کے شیدا ہیں، نہ ملک میں تخریب چاہتے ہیں، نہ مکر وفریب اور غداری ووعدہ خلافی کے جرم میں ملوث ہیں، اس لئے ہمیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، نہ کسی طرح کے احساس کمتری کا شکار ہونے کی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جس وقت ملک میں اس کی محبت اور تعمیر کے دعویداروں نے مکر وفریب اور ظلم وستم کا بازار گرم رکھا ہے، تو دوسری طرف بمبئی کے ہرشد مہتہ کی خیانتوں سے پردے اٹھ رہے ہیں، اور محکمہ سراغ رسانی وعدالت کے افسران اس خیانت کی تفتیش میں لگے ہوئے ہیں۔ دوسروں کو خائن اور غدار کہنے والے اس بات پر غور کریں کہ کیا خیانت میں کوئی مسلمان بھی ملوث نظر آتا ہے! ملک میں مسلمانوں کا کردار تمام تر کمزوریوں کے بعد بھی دوسروں کے بالمقابل بے داغ ہے، اخبار میں جو معاملات زیر بحث رہتے ہیں ان میں مسلمان ہوتے ہیں یا دوسرے لوگ!



عالم باعمل مولانا عبدالعلی بن عبداللہ رحمہما اللہ تعالی

مولانا محمد الاعظمی /مئوناتھ بھنجن

قدرت نے شہر مئوناتھ بھنجن، یوپی کی مردم خیز سرزمین کو جن باکمال علماء دین سے نوازا ہے ان میں راقم الحروف کے والد مرحوم مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ بھی ایک مثالی عالم باعمل تھے، زہد وتقوی اور علم وفضل کے لحاظ سے اپنے ہمعصر علماء میں ایک خاص مقام رکھتے تھے، مگر افسوس اب تک کسی تذکرہ نگار نے ان کا تذکرہ لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی ہے، جب کہ ان کے بعض گمنام تلامذہ اپنی حیات ہی میں ترجمہ وتذکرہ کا اعزاز حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، اس لئے میرے بعض مخلص عزیزوں نے اصرار کر کے والد مرحوم کا ترجمہ لکھنے کا قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند- کچھ عرصے تک لیت ولعل میں مبتلا رہا بالآخر ان عزیزوں کی مخلصانہ خواہش نے اس عمل خیر کی انجام دہی کا عزم وجزم عطا کیا اور مشیت الٰہی سے قلم وقرطاس کا عمل شروع ہوا، وباللہ التوفیق۔

نام ونسب

عبدالعلی بن عبداللہ بن علیم اللہ بن حکیم جمال الدین۔

موصوف کے پرداداحکیم جمال الدین رحمہ اللہ مئو کے مغربی حلقے میں ایک باوقار، دیندار اور معزز شخصیت کے حامل تھے، ان کی عزت ومقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مئو کے مغربی حلقے میں ان ہی کے نام نامی کی نسبت سے ایک محلّہ، جمال پورہ کے نام سے مشہور ہوا- غالبا- بایں عز وشرف اللہ تعالی نے ان کو مال واولاد کی نعمت سے بھی نوازا تھا، چنانچہ اس نبت صدق سے پانچ صالح اولاد وزینہ کا وجود منصۂ شہود پر آیا، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: الحاج عبدالرحمٰن، الحاج عبدالحفیظ، الحاج نور محمد، مولوی علیم اللہ، الحاج محمد عارف۔

اس پانچ نفری اخوان کے نسبی مجد وشرف میں دینی خدمت، عمل بالکتاب والسنۃ، علم دین کی سرپرستی، علماء نوازی، تعمیر مساجد اور فی سبیل اللہ ایثار وقربانی وغیرہ وہ اولیات ہیں جن کے ثمرات وبرکات سے پوری قوم فیض یاب ہو رہی ہے، اس سلسلۂ نسب کی علمی کڑیاں مشرق سے مغرب اور عرب وعجم تک پھیلی ہوئی خدمات دینیہ اور کمالات علمیہ سے مربوط ہیں، خصوصا الحاج عبدالرحمٰن اور مولوی علیم اللہ رحمہما اللہ کے سلسلۂ اولاد واحفاد میں قدرت نے علم وفضل کی جو فراوانی ودیعت فرمائی ہے وہ

نسل درنسل اورعہد بعہد روز افزوں ترقی کے ساتھ جاری وساری ہے۔ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ۔

الحاج عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کا سلسلۂ اولاد واحفاد علم وعمل کے ساتھ اپنی کثرت ووسعت کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے،آں مرحوم کے خلف اکبرمولانا محمد نعمان رحمہ اللہ ایک سلفی عالم اور کثیر الاولاد بزرگ تھے،ان کی علمی شہرت ان کو مئو سے عمر آباد مدراس لے گئی،انہوں نے شیخ الجامعہ دارالسلام کے منصب پر خدمت علم دین انجام دیتے ہوئے اپنی نسبی وروحانی اولاد واحفاد سے عمر آباد کو آباد کیا اوراسی سرزمین میں آپ مدفون ہوئے،اللهم اغفر له وارفع درجته۔

مولانا مرحوم کے زیر سایہ جس خوش نصیب اولاد کو ابتدا سے انتہا تک تعلیم وتربیت اوران کے فیوض سے فیض یاب ہونے کی سعادت سب سے زیادہ حاصل ہوئی وہ حضرت الاستاذ مولانا عبدالسبحان اعظمی مرحوم ہیں،یہ بھی اپنے والد مرحوم کی طرح راقم الحروف کے مشفق استاذ اورمحسن مربی تھے،اورجامع العلوم عالم وفاضل بالکل نمونۂ سلف تھے،آہ علم وعمل کا یہ نیرتاباں ۲۷؍دسمبر ۱۹۹۰ء کوعمر آباد میں ہم سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا۔انــا لــلــه وانــا اليــه راجعون۔مرحوم کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد کو دینی ودنیوی علوم وفنون سے نہ صرف آراستہ کیا بلکہ ہرایک کو خصوصی طور پر علوم اسلامیہ کا فاضل وکامل بنایا،جوعمر آباد اوردوسری عظیم درسگاہوں کے عمید ومدیر اورفرض شناس معلم ہیں۔

شیخ علیم اللہ رحمہ اللہ جو ہمارے والد مرحوم کے جد امجد تھے اپنے جملہ بھائیوں کے برخلاف تجارت اورامور دنیا سے بیزار رہتے تھے۔طبیعت کی سادگی،دنیا سے بے رغبتی اورعلم وعمل میں استغراق ان کا سرمایۂ حیات تھا،یہ اوصاف ان کی اولاد واحفاد میں بھی کسی قدر منتقل ہوتے آرہے ہیں۔چنانچہ ان کے دولڑکوں عبداللہ اورسلیمان میں سے عبداللہ مرحوم جو ہمارے دادا تھے اوران کی صحبت وتربیت سے ہم لوگ بہرہ یاب بھی ہوئے بالکل ان اوصاف کانمونہ تھے،دنیاوی مال وجاہ کی ادنی حرص بھی ان کے قریب نہیں پھٹکی۔اپنی محنت ومشقت سے گھریلو تیار کردہ کپڑوں کوخود ہی فروخت کرنے کے لئے مئو کے اطراف وجوانب کا سفر کرتے اوراسی پاکیزہ ذریعہ معاش پرقناعت کرکے تبلیغ دین کا سلسلہ بھی جاری رکھتے،موصوف کوئی سندیافتہ عالم نہیں تھے لیکن بقدرواجب علم دین میں پختہ اوراتباع سنت کے سخت شیدائی تھے۔

ان کے والد شیخ علیم اللہ مرحوم کے محدود خاندان کی طرح ان کا خاندان بھی صرف دولڑکوں مولانا عبدالعلی،حافظ سلطان احمد اورایک لڑکی الفت خاتون پر مشتمل تھا،لیکن اس مختصر خاندان میں اللہ تعالی نے وہ خیروبرکت عطافرمائی کہ والد مرحوم کے علم وفضل،عزت ووقار اورشہرت ومقبولیت کی وجہ سے اپنوں اوربیگانوں کے نزدیک یہ خاندان محسود بن گیا۔

جائے پیدائش

والد مرحوم کی جائے پیدائش ان کا آبائی محلہ جمال پورہ مئو ہے،یہیں نشوونما پائی اورعمر عزیز کی تقریبا چالیس بہاریں

دیکھیں۔ ۱۹۴۸ء میں ٹونس ندی میں زبردست طغیانی آئی جو ساحل سے نصف کلومیٹر دور تک کے مکانات کو تباہ کرگئی، ہمارا مکان بھی ساحل سے قریب ہونے کی وجہ سے اس طوفان کی نذر ہوگیا، اس لئے محلّہ ڈومن پورہ کساری میں ایک قطعہ زمین خرید کر جدید مکان کی تعمیر شروع ہوئی اور چند کمروں کی تکمیل کے بعد ہم لوگ جمال پورہ سے منتقل ہوکر ڈومن پورہ کے اس نوتعمیر مکان میں رہائش پذیر ہوگئے۔ زمین کا رقبہ زیادہ ہونے سے حسب ضرورت اسی میں مزید کمروں کی تعمیر ہوتی رہی۔

تاریخ پیدائش

ہمارا خاندان جو شیخ علیم اللہ کے سلسلۂ نسب سے ہے اس کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ کسی کی تاریخ پیدائش اور وفات لکھنے یا زبانی طور پر یاد رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا، اس کے علاوہ مدارس اسلامیہ سے دی جانے والی سندیں بھی پہلے تاریخ پیدائش کے ذکر سے خالی رہا کرتی تھیں، اس لئے والد مرحوم کی میلاد معلوم کرنے کا کوئی ماخذ ہمارے پاس نہیں ہے، البتہ ہمارے وسیع خاندان کے بعض اہل علم نے قرائن کے ذریعہ یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کی تاریخ پیدائش ۱۳۱۷ھ کے لگ بھگ ہونی چاہئے۔

حلیہ

متوسط قد، گورا رنگ، روشن وکشادہ پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں، بدن لحیم وشحیم اور سر کے پچھلے حصے میں خوبصورت بال۔ مولانا عظیم اللہ صاحب مئوی سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ”مئو کے علماء میں مولانا عبدالعلی صاحب جیسا وجیہ اور خوبصورت عالم کوئی نہیں دیکھا گیا“ ان کی پرکشش شخصیت ایک طرف مظہر جمال تھی تو دوسری طرف شان جلال سے بھی آراستہ تھی، فتبارك الله احسن الخالقين.

تعلیم وتربیت

ہمارے علمی خاندان کی روایت ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی اس علمی ودینی گھوارے میں آنکھیں کھولتا ہے اور اس میں بولنے اور سمجھنے کی استعداد رونما ہوتی ہے تو اس کو بجائے مکتب ومدرسہ میں بھیجنے کے پہلے وہ والدین کے زیر سایہ گھر ہی پر قاعدہ قرآن سیکھنے سے قرآن خوانی کی تکمیل چار پانچ برس کی عمر تک کرادی جاتی ہے، اس سنت متوارثہ سے والد مرحوم مستثنیٰ نہیں قرار دئے جاسکتے، البتہ اردو وفارسی کی تعلیم مدرسہ عالیہ عربیہ میں شروع ہوئی۔ اس وقت کے اساتذہ میں مولانا ابوالعمان عبدالرحمٰن آزاد مئوی مرحوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مولانا نے والد مرحوم کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، مدرسہ عالیہ عربیہ میں ان کو ابتدائی درجات پڑھانے کے بعد جب یہاں سے مستعفی ہوکر عازم کلکتہ ہوئے تو اپنے ساتھ ان کو بھی لیتے گئے، مدرسہ دارالہدیٰ کلکتہ میں کچھ عرصے تک مولانا کے زیر تعلیم وتربیت رہے پھر وطن واپس آکر مدرسہ فیض عام میں مولانا عبدالرحمٰن سابق

مدرس فیض عام، حکیم مولانا عصمت اللہ رحمانی اور حکیم مولانا محمد سلیمان رحمانی وغیرہ کے ساتھ شریک درس ہوئے، یہاں سے متوسطات پڑھ کر ان ساتھیوں کا قافلہ ۱۳۳۷ھ میں سیالکوٹ (پنجاب) پہنچا اور حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم کے مدرسے دارالحدیث میں داخل ہوا، مولانا مرحوم سیالکوٹی سے اس قافلے کے اکتساب فیض کا سلسلہ دو سال تک جاری رہا، اسی زمانے میں دہلی کے ایک مخیر شیخ میاں عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ نے صرف اپنے حساب پر باڑہ ہندو راؤ دہلی میں مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کی عالیشان بلڈنگ کی تعمیر کا کام جاری کیا تھا جو ۱۳۳۹ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، اور اسی سال شیخ مرحوم کی دعوت پر مولانا سیالکوٹی مرحوم تدریسی خدمات انجام دینے دہلی منتقل ہوگئے، صد افسوس جماعت اہلحدیث کا یہ عظیم ادارہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فسادکی نذر ہوگیا اور اسی وقت سے جامعہ ملیہ کی تحویل میں شفیق میموریل ہائی اسکول میں تبدیل ہوگیا۔

راقم الحروف بھی اس مرکزی درسگاہ کے آخری دور کا طالب علم رہ چکا ہے، اس وقت جن ماہرین علوم وفنون اساتذہ سے یہ درسگاہ معمور تھی ان میں بے بدل شیوخ یہ تھے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی املوی جو مدرس، ناظم تعلیمات اور مجلہ محدث کے ایڈیٹر بھی تھے، مولانا عبد الصمد صاحب مبارکپوری مولف مقدمہ تحفۃ الاحوذی، مولانا عبد الحلیم صاحب پشاوری جو فن معقولات کے زبردست ماہر استاذ تھے، مولانا محمد عبدہ پنجابی اور مولانا عبد المعید پشاوری وغیرہ۔ اس مدرسہ میں تین امتحانات ہوا کرتے تھے، سالانہ امتحان کے خاص ممتحن جامع المعقول والمنقول مولانا عبد اللہ روپڑی مرحوم تھے، موصوف خود ہی جماعت اولی سے جماعت ثامنہ تک کے تمام سوالات مرتب کرکے چھپواتے اور اپنے دو عزیزوں کے ہمراہ تاریخ امتحان سے ایک روز قبل مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں وارد ہوتے، ان کے دونوں عزیز اپنی سخت نگرانی میں امتحان کراتے، مولانا روپڑی ہر روز امتحان کی کاپیاں جانچتے، اساتذہ کو ممتحن، نگراں اور امتحان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ اختتام امتحان کے بعد امتحان ہال میں تمام طلبہ، اساتذہ اور مہتمم میاں صاحب کے درمیان مولانا روپڑی نتیجہ سناتے اور پوزیشن لانے والے طلبہ کو میاں صاحب نقد انعامات تقسیم کرتے۔ راقم الحروف نے درس وتدریس کے سلسلے سے ہندوستان کے کئی بڑے مدارس کا چکر لگایا ہے مگر اساتذہ وطلبہ کے قیام وطعام، اصول وقوانین اور تعلیم وتعلم اور امتحان کا ایسا مستحکم اور بلند معیار کہیں نہیں دیکھا۔ بطور تحدیث نعمت یہ بات بیان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے اولین فضلاء میں اصحاب مئو کی اکثریت تھی جس طرح اس کے آخری افاضل ثلاثہ میں مولانا عبد الحکیم مجاز اعظمی مئوی حفظہ اللہ تعالی سرفہرست ہیں۔

بات چل رہی تھی مولانا سیالکوٹی مرحوم کا سیالکوٹ سے منتقل ہوکر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھانے کی، اس انتقال مکانی کے نتیجے میں والد مرحوم کے اکثر رفقاء بھی مولانا سیالکوٹی کے ساتھ مدرسہ رحمانیہ میں پڑھنے چلے گئے اور وہیں

تکمیل بھی کئے۔ لیکن والد مرحوم نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا رخ کیا، اس مدرسہ میں دوسال تک مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی اور دورۂ حدیث مکمل کر کے ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں سند فراغ حاصل کی۔

طالبعلمانہ خصائص میں قابل فخر یہ ہے کہ جامع العلوم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ جیسے باکمال محقق ومفسر اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد جیسے عظیم محدث سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور ان کے علمی فیوض وبرکات سے وافر حصہ پایا۔ فللہ الحمد۔

اساتذہ

مذکورہ دونوں یگانہ روزگار اور باکمال شیوخ کے علاوہ جن اساتذۂ فن سے کسب فیض کیا ان میں سے جن ناموں کا علم راقم الحروف کو حاصل ہو سکا وہ یہ ہیں۔

حافظ احمد اللہ صاحب سابق مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ مئو۔ حسان الہند مولانا ابو العمان عبدالرحمٰن آزاد مئوی۔ شیخ الشیوخ حضرت مولانا احمد صاحب (بڑے مولوی صاحب) سابق صدر مدرس مدرسہ فیض عام مئو۔ شیخ الادب مولانا عبداللہ صاحب شائق مئوی سابق استاذ فیض عام ومہتمم وصدر مدرس دارالحدیث اثریہ مئو۔ مولانا محمد احمد صاحب ناظم فیض عام مئو۔

سند فراغ پر نو (۹) اساتذہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے دستخط ہیں، کاغذ کی بوسیدگی اور دستخط کے طغرائی ہونے سے تمام نام پڑھے نہیں جا رہے ہیں، واضح نام درج ذیل ہیں: (۱) مولانا خلیل احمد (صاحب بذل المجہود) (۲) عبداللطیف (۳) احمد نور (۴) عبدالرحمٰن (۵) محمد عبدالعزیز (۶) عنایت اللہ وغیرہ۔

تبلیغی وتعلیمی خدمات

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت کے فوراً بعد اسی مدرسہ کی جانب سے مبلغ وداعی مقرر ہوئے، پنجاب کے علاقوں میں دوسال تک دینی تبلیغ اور وعظ وارشاد کی خدمت میں مشغول رہے، پھر وطن واپس آکر اپنے آبائی پیشہ پارچہ بافی کے شغل کے ساتھ ساتھ اعزازی طور پر مدرسہ عالیہ عربیہ مئو میں طلبہ کو درس دینے کا سلسلہ بھی جاری کیا، اسی اثناء میں مدرسہ فیض عام مئو اور مدرسہ محمدیہ کھیدو پورہ سے ان کو موظف مدرس کی حیثیت سے دعوت دی گئی، اس دور کے بے بدل عالم اور بے مثال طبیب حاذق علامہ ابو المکارم محمد علی رحمہ اللہ کے قیمتی مشورے سے مدرسہ محمدیہ کھیدو پورہ میں تعلیمی خدمت قبول کرنے کو ترجیح دی گئی۔ اس وقت یہ مدرسہ ایک مکتب تھا لیکن جب والد مرحوم نے اس میں تدریسی سلسلہ شروع کیا تو محلّہ کھیدو پورہ کے علاوہ ڈومن پورہ اور جمال پورہ وغیرہ سے بھی بکثرت طلبہ ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے پہنچنے لگے، اس مدرسہ میں آپ تنہا مدرس ہونے کے باوجود قاعدہ بغدادی سے درس نظامی متوسطات تک تعلیم دیتے رہے، مولانا محمد احمد صاحب ناظم مدرسہ

فیض عام اور مولانا عبد اللہ صاحب شائق مدرس مدرسہ مذکورہ اس زمانے میں مدرسہ محمدیہ کے سالانہ ممتحن ہوا کرتے، اپنے تاثرات میں تعلیمی خوبی وترقی پر بہت زیادہ حیرت وخوشی کا اظہار فرماتے۔

والد مرحوم نے تن تنہا اپنی غیر معمولی محنت اور مخلصانہ تعلیمی سرگرمی سے مدرسہ محمدیہ کو تیرہ (۱۳) سال تک سینچا اور اس حد تک پروان چڑھایا کہ مدرسہ کی تاریخ میں اس کو زریں دور سے یاد کیا جانے لگا، ان کی علیحدگی کے بعد یہ مدرسہ اپنی انتظامیہ کے اختلاف وانتشار کا ایسا شکار ہوا کہ نصف صدی سے زائد عرصہ گذرنے کے باوجود اقبال وادبار کی کشمکش میں مبتلا رہا، ایک دہائی قبل سے اختلاف وانتشار کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے، اب ترقی کی راہ پر گامزن ہے، فللہ الحمد۔

والد مرحوم تعلیمی وتدریسی خدمت کے ساتھ وعظ وتبلیغ اور دعوت وخطابت میں بھی ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، شیریں بیانی اور خوش الحانی میں اس قدر جاذبیت تھی کہ آپ کا وعظ وخطبہ سننے کے لئے لوگ بہت ذوق وشوق کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے، جامع مسجد اورنگ آباد اور جامع مسجد پچھم منو کے آپ مستقل خطیب رہے، وقتاً فوقتاً منو کے مختلف محلوں کی مساجد میں وعظ وتذکیر کے لئے مدعو ہوتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو محظوظ فرماتے۔ آپ کے وعظ وخطبہ کے اہم عناصر توحید واتباع سنت تقوی وخوف آخرت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ ہوا کرتے تھے، طرز بیان میں اس قدر رقت انگیزی اور دل پذیری ہوتی کہ سامعین میں اس کے آثار نمایاں طور پر محسوس کئے جاتے، وعظ وخطابت کی شہرت ومقبولیت صرف منو تک محدود نہیں تھی، منو سے باہر جہاں کہیں جلسے ہوتے ان میں حضرت مولانا ابو القاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ خصوصی طور پر مدعو ہوتے، یہاں تک کہ سابق آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے ذمہ داروں کی دعوت پر بعض کانفرنسوں میں بھی بحیثیت مقرر وخطیب شریک ہوئے۔

مدرسہ محمدیہ کھیدو پورہ منو سے سبکدوشی کے بعد ۱۹۳۸ء میں ٹونس ندی میں ایسا سیلاب آیا کہ انتقال مکانی پر مجبور ہوئے۔ اس بحرانی دور میں چند سال تک تعلیم وتدریس کا سلسلہ منقطع رہا، غالباً ۱۹۴۱ء میں مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے ناظم جناب ڈاکٹر سید فرید رحمہ اللہ کو والد مرحوم کے درس وتدریس اور خطابت کی شہرت نے بہت متاثر کیا، انہوں نے اپنے ایک خاص نمائندہ مولانا زین العابدین مرحوم کو دعوت نامہ دیکر بھیجا جس میں پر زور گذارش کی تھی کہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ میں نائب صدر مدرس کے منصب پر تدریسی خدمت کے لئے تشریف لائیں، آپ نے قبولیت سے معذرت کردی، لیکن ڈاکٹر صاحب کا اصرار بڑھتا گیا اور مولانا زین العابدین کو بار بار بھیج کر آپ کو راضی کرلیا، دربھنگہ کی آب وہوا موافق نہیں ہوئی، خرابی صحت کے باعث چالیس روز تک تدریسی خدمت انجام دیکر وطن واپس آگئے۔

کانفرنس منو آئمہ الہ آباد منعقدہ ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء میں ہم دونوں بھائی (راقم الحروف اور مولانا عبدالحکیم) والد مرحوم کے ساتھ شریک ہوئے تھے، وہاں ڈاکٹر فرید مرحوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر احمدیہ سلفیہ میں خدمت کے لئے اصرار

کیا لیکن والد مرحوم کومعذرت کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ زمانہ گھریلو صنعت کی مشغولیت میں گذرا۔ ۱۹۴۵ء میں مولانا عبد الصمد مبارکپوری رحمہ اللہ مدرسہ عالیہ عربیہ سے مستعفی ہوکر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی چلے گئے، اس خلا کو پُر کرنے کے لئے مولانا عبدالاحد ناظم مرحوم نے والد مرحوم کو مجبور کیا تو صرف ایک سال تک تعلیمی خدمت انجام دینا قبول کیا، دوسرے سال حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، واپسی کے بعد والدہ مرحومہ کی طویل وشدید علالت ووفات کی آزمائش سے دوچار رہے، پھر ۱۹۵۱ء میں مدرسہ عالیہ عربیہ کے صدر مدرس کے منصب پر آپ کا تقرر ہوا جوتا حیات باقی رہا۔اس وقت مدرسہ اپنے زرین ماضی سے اتنی نیچی سطح پر آ گیا تھا کہ اس کو از سر نو احیاء کے لئے بہت ہی جانفشانی اور قربانی کی ضرورت تھی، آپ نے متوکلا علی اللہ اپنی ہمت ومحنت سے کام لے کر باقاعدہ ابتداء سے معیاری تعلیم کا آغاز کیا، اللہ کی توفیق وتائید سے آپ کی محنت رنگ لائی اور مدرسہ کی یہ نشأۃ ثانیہ بہت بارآور ثابت ہوئی، مدرسہ نے مادی اور علمی دونوں اعتبار سے ترقی کی، ایک طرف مدرسہ اپنی قدیم مختصر عمارت واقع جمال پورہ سے نکل کر ڈومن پورہ کی نئی عالیشان عمارت میں منتقل ہوا، دوسری طرف تعلیمی میدان میں اس قدر وسعت ہوئی کہ معلمین کا اسٹاف دوگنا سہ گنا ہوا اور تعلیمی ترقی اپنے آخری مرحلے میں داخل ہوگئی، لیکن مدرسہ کے وسائل کی تنگی سے رسمی دستار بندی کی نمائش نہ ہوسکی۔

تلامذہ

تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع وطویل ہے اس لئے ان تمام کا احصاء متعذر ہے، ان میں سے چند معروف ومخصوص تلامذہ یہ ہیں۔مولانا عبدالسبحان مرحوم اعظمی عمری سابق شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد، مولانا فضل الرحمٰن اعظمی عمری سابق عمید مدرسہ عائشہ صدیقہ مالیگاؤں، مولانا محمد سعید صاحب سابق ناظم مدرسہ دارالتعلیم کھیدوپورہ، مولانا فیض الرحمٰن صاحب صدر مدرسہ مذکورہ، مولانا محمد اسحاق صاحب سابق مدرس مدرسہ فیض عام مئو وناظم مدرسہ محمدیہ کھیدوپورہ، مولانا عبداللہ صاحب، سابق مدرس کلیہ فاطمۃ الزہراء مئو، مولانا عبدالباقی صاحب مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ مئو، ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن ازہری رئیس الجامعۃ السلفیہ بنارس، مولانا مظہر احسن ازہری سابق استاذ المدرسۃ الثانویۃ، حائل، السعودیہ، ڈاکٹر عبدالعلی ازہری پرنسپل اسلامی کالج لندن، مولانا محمد الیاس بنگلہ دیش، مولانا عزیز الحق عمری سابق مدرس جامعہ عالیہ عربیہ مئو، مولوی عبدالغفار انصاری سابق مینیجر کارخانہ روغن احمر، مولوی انوار احمد تکمیلی روغن احمر، مولوی ابومظہر ندوی بن اسلم، مولوی ابومظفر بن اسلم، مولوی شمس البشر بن اسلم مدرس جامعہ عالیہ عربیہ، مولوی اقتدا حسن مدرس دارالحدیث اثریہ مئو، مولوی مقبول احمد خطیب جامع مسجد اورنگ آباد مئو، مولانا محفوظ الرحمٰن شیخ الجامعہ فیض عام مئو، مولانا حافظ نثار احمد مدرس جامعہ مذکورہ، مولانا محمد عمران بن حافظ عبدالقیوم دائرۃ المعارف حیدرآباد۔

عقیدہ ومسلک

ہمارے عظیم خاندان کا ایک امتیازی شرف یہ بھی ہے کہ ابتدا ہی سے سلفی عقیدہ اور اہلحدیث مسلک کا حامل اور داعی رہا ہے، اسی سلفی خمیر سے ساختہ وپرداختہ والد مرحوم نے نشو ونما اور تعلیم وتربیت کے مراحل طے کرتے ہوئے جب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا رخ کیا تو حنفی مدارس میں اہلحدیث طلبہ کا وجود نا قابل برداشت ہونے کی بنا پر آمین بالجہر اور رفع الیدین عملا ترک کرنے پر مجبور ہوئے ۔ یہ طریقہ وطن واپسی کے بعد بھی کچھ عرصے تک جاری رہا، مئو میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ ۱۳۴۵ھ کے جو بہترین اثرات مرتب ہوئے ان کی وجہ سے بہت سے لوگ مسلک اہل حدیث قبول کر کے اس پر عامل ہو گئے، والد مرحوم میں بھی سلفیت اور عمل بالحدیث کا نیا جوش وولولہ پیدا ہوا، ان کا بیان ہے کہ جب میرے آمین بالجہر اور رفع الیدین کرنے کی خبر مشہور ہوئی تو احناف کے ایک بڑے عالم مولانا عبداللطیف نعمانی مکان پر تشریف لائے اور وجہ دریافت کیا، میں نے کسی بحث کے بجائے ان کے سامنے قرآن کریم اور بخاری شریف رکھ دیا اور کہا کہ تمام اہل سنت کے نزدیک کسی مسئلہ کی پہلی حجت قرآن کریم ہے، پھر دوسرے درجے میں حدیث رسول ہے اور اس میں اصح کتاب بخاری شریف ہے، اگر ان دونوں میں یا کسی ایک میں ترک رفع الیدین وغیرہ کی کوئی دلیل موجود ہو تو نشاندہی کریں ہم فوراً اس پر عمل کریں گے، اس کا جواب نفی کے سوا کیا ہو سکتا تھا، اس کے بعد بخاری شریف میں اثبات رفع الیدین وغیرہ کی مذکورہ احادیث کے سوال پر مولانا لاجواب ہو کر واپس چلے گئے ۔

اس فترہ کے علاوہ والد مرحوم ہمیشہ سلفی عقیدہ ومسلک پر قائم ودائم رہے اور اس کے پر جوش مبلغ وداعی بھی تھے، لیکن احناف سے کوئی تعصب اور تنفر نہیں رکھتے تھے، اسی لئے اپنی جنم بھومی محلّہ جمال پورہ کے احناف کی کثیر آبادی میں بھی محترم اور ہر دلعزیز تھے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی وفات پر مسجد اہلحدیث کساری مئو میں بعد نماز عشاء آپ نے تعزیتی تقریر کے بعد نماز جنازہ غائبانہ بھی پڑھائی تھی ۔

سیرت واخلاق

پرانے علمائے دین میں علم کے ساتھ عمل کا اہتمام ان کی عالمانہ زندگی کا شعار ہوا کرتا تھا، علم وعمل کی شعائیں ان کے باطن سے پھوٹ کر ان کے ظاہر کو منور کرتیں اور متقیانہ وعالمانہ چال ڈھال سے لوگوں میں وہ ممتاز ہوتے، والد مرحوم بھی انہیں پیکران علم وعمل کی ایک شبیہ تھے جن کو کوئی بھی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، خدا ترسی وپارسائی، عبادت وریاضت، حق گوئی وراست بازی، توحید واتباع سنت پر بے لچک استقامت اور اخلاق وعادات میں نمونہ سلف تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بلا خوف لومۃ لائم ادا کیا کرتے، خطبات جمعہ اور مجالس وعظ کے علاوہ بھی جب اور جہاں کوئی خلاف شرع چیز معلوم

ہوتی فوراً اس کاردوانکار کرنے میں تامل نہیں کرتے ،علم اور اہل علم کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ ان کے بزرگ ترین استاذ مولانا احمد صاحب (بڑے مولوی صاحب) اول وسابق صدر مدرس جامعہ فیض عام مئو کی قیادت میں حکیم مولانا محمد سلیمان رحمانی، حکیم مولانا عصمت اللہ رحمانی اور مولانا عبدالرحمن رحمانی وغیرہ رحمہم اللہ کا وفد ہر ہفتہ ہمارے مکان پر حاضر ہوتا اور دینی وعلمی بحثیں مغرب تک جاری رہتیں پھر بعد نماز مغرب تناول ماحضر کے بعد یہ وفد واپس جاتا۔

طبیعت میں قناعت واستغنا کا حال یہ تھا کہ تدریسی خدمت کے طویل عرصے میں کبھی اضافۂ تنخواہ کے لئے درخواست نہیں دی اور نہ کسی سے کچھ کہا سنا ،مئو سے باہر کے جلسوں میں مدعو ہوتے تو سفرخرچ کے علاوہ نذرانہ وغیرہ قبول کرنے سے گریز کرتے ،آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ مئوآئمہ میں شرکت کے لئے حاجی حمید اللہ مرحوم کی طرف سے جو دعوت نامہ راقم الحروف کی نظر سے گذرا اس میں لکھا تھا کہ خرچ سفر بذمہ کانفرنس ہوگا ،اس کانفرنس میں والد مرحوم کے ساتھ ہم دونوں بھائی بھی شریک ہوئے تھے ،وہاں علماء مدعوین کو دفتر سے خرچ سفر وغیرہ دئے جارہے تھے ،لیکن والد مرحوم انتہائی خاموشی سے بغیر خرچ سفر واپس چلے آئے ،نوگڈھ ضلع بستی میں جو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کی جانب سے دعوت نامہ کے ساتھ پیشگی سفرخرچ بھی آیا تھا لیکن اس میں شرکت سے معذرت کرکے موصولہ سفرخرچ ہم دونوں بھائیوں کے ذریعہ واپس بھیج دیا۔

رزق حلال کے حصول میں آپ کی محنت وجفاکشی ضرب المثل ہے ،مئو کی صنعت پارچہ بافی مشہور عالم ہے ،آپ علمی ودینی خدمت کے ساتھ اس صنعت میں ہمہ تن مشغول رہتے ،ارشاد رسول ﷺ "ما اکل احد طعاما قط خیرا من أن یأکل من عمل یدہ" (الحدیث) (بخاری) پر زندگی بھر عامل رہے ،ان کے ہاتھوں کی کمائی میں اللہ نے اتنی برکت دی تھی کہ ہمیشہ آسودہ حال رہے ،کبھی کسی کے ممنون کرم نہیں ہوئے ،جود وسخا اور صدقات وخیرات میں دوسروں سے پیش پیش رہتے۔ ۱۹۴۶ء میں والدہ مرحومہ کے ساتھ زیارت بیت اللہ اور فریضۂ حج کی ادائیگی سے مشرف ہوئے ،اس زمانے میں سعودی حکومت اپنی اقتصادی بدحالی کی وجہ سے فی حاجی پانچ سو روپے وصول کرتی تھی ،والد مرحوم اور ان کے رفقاء نے بخوشی یہ رقم ادا کی اور رئیس المعلمین شیخ عبدالرحمن مظہر مرحوم کے توسط سے ملک عبدالعزیز مرحوم کی خدمت میں باریاب بھی ہوئے۔

لباس اور وضع قطع شریعت کے مطابق رکھنے کا بہت اہتمام کرتے تھے ،ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے اور ازار (لنگی یا پائجامہ) نصف ساق سے نیچے لٹکنے نہیں دیتے ،گھر سے باہر نکلتے تو ہاتھ میں چھڑی ضرور رکھتے ،آپ کی نورانی اور وجیہ شخصیت بہت پرکشش اور مسحور کن تھی۔

حج سے واپسی کے بعد والدہ مرحومہ کے مرض الموت کا سلسلہ شروع ہوا ،اس زمانے میں علاج کے لئے بنارس جانا

آج کل دہلی وبمبئی جانے کے مترادف تھا، والد مرحوم ابتدائی مرحلے میں والدہ مرحومہ کوعلاج کے لئے بنارس لے گئے، مرض کی شدت کے بعد مقامی معالجین کا علاج ہوتا رہا بالآخر وہ اجل آپہنچی جوان کے لئے کاتب تقدیر نے لکھ رکھی تھی اور ۲۹؍ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ کو وہ اپنے مولائے حقیقی کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہم سے رخصت ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون ، اللھم اغفر لھا وعافھا واعف عنھا وأدخلھا مدخلا کریما۔

اخیر عمر میں اہلیہ کی جدائی ہر کسی کے لئے بہت صبر آزما ہوتی ہے تھوڑے عرصے کے بعد والد مرحوم شادی کرنے پر مجبور ہوگئے، اللہ نے اس میں برکت عطا فرمائی ، ہمارے ایک بھائی کا اضافہ ہوا جو عبدالحی کے نام سے موسوم ہوئے ، اب صاحب اولاد و احفاد ہوگئے ہیں۔

سیاست سے تعلق

راقم الحروف نے جب سے شعور کی منزل پر قدم رکھا والد مرحوم کو کبھی سیاست میں دلچسپی لیتے یا گفتگو کرتے ہوئے نہیں پایا، آزادی ہند سے قبل غالبا ۱۹۴۵ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارموں سے جو الیکشن ہوا اس وقت میں عمرآباد میں تھا، آخر سال میں جب وطن واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مئو میں لیگ وکانگریس کے درمیان بہت سخت معرکہ آرائی رہی ، جماعت اہلحدیث مئو کی اکثریت نے مسلم لیگ کی حمایت میں بہت سرگرمی سے ووٹ دے دلا کر اپنے امیدوار کو کامیاب بنایا تھا ، حالانکہ کانگریس کے امیدوار ہندوستان کے نامور اہلحدیث عالم مولانا عبدالمجید حریری بناری رحمہ اللہ تھے، ان کی نصرت وتعاون کے لئے حضرت مولانا ابو القاسم سیف بناری رحمہ اللہ بھی مئو تشریف لائے اور جگہ جگہ جلسے منعقد کرکے مولانا حریری کی کامیابی کے لئے پورا زور بیان صرف کرتے رہے، مولانا سیف مرحوم اس سے پہلے مئو میں اس قدر مقبول ومحترم تھے کہ مئو کا کوئی بڑا جلسہ ان کی شرکت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا تھا مگر افسوس اس الیکشن کے موقع پر ان کی تمام شعلہ بیانی صدا بصحرا ثابت ہوئی بلکہ ردعمل کے طور پر اہالی کھید وپورہ مئو نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اس کے بعد تا وفات کبھی مئو تشریف نہیں لائے۔

اس الیکشنی مہم میں والد مرحوم نے بھی باوجود اپنی سادگی اور زہد وورع کے سرگرم لیگی کا کردار ادا کیا تھا، لیکن تقسیم ہند کے مضمرات وعواقب جب سامنے آئے تو حسرت وندامت کے ساتھ سیاسی دلچسپیوں سے کلی طور پر تائب ہوگئے۔ غفر اللہ لہ۔

وفات

اخیر عمر میں گھٹنوں کے درد سے علالت کا سلسلہ شروع ہوا، دوسری شادی سے آپ کو سکون وآرام نصیب نہیں ہوا۔ پھر یہ اہلیہ بھی فالج کا شکار ہوگئیں، دو تین سالوں تک آپ ہی کو ان کی خدمت کرنی پڑی جس سے آپ کا تنومند جسم تیزی سے ضعف کی طرف مائل ہوتا گیا اور رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ میں آپ پر بھی فالج کا حملہ ہوا، دوا علاج سے کچھ افاقہ ہوا مگر چند مہینوں

کے بعد پھر دوسرا حملہ ہوا جس سے بالکل معذور ہو گئے، اور تقریبا ایک سال تک صاحب فراش رہے، اس اثنا میں ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے چند ماہ بعد آپ بھی ۱۱/ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ کو رحلت کر گئے ،انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفر لہ وارحمہ وارفع درجتہ واحشرہ مع الصالحین ۔

اللہ کے مخصوص ومحبوب بندوں کی مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازوں میں شرکاء کی کثرت سے ہوتا ہے، والد مرحوم کی زندگی سیاسی وسماجی ہنگاموں سے ہمیشہ کنارہ کش رہی، طبیعت میں سادگی اور علم وعمل میں بے ریائی سے اللہ نے آپ کو یہ سعادت بخشی کہ انتقال کی خبر جہاں تک جس کو پہنچی وہ جنازے میں شرکت کے لئے دوڑ پڑا، اتنا بڑا اژدحام ہم نے اس کے پہلے کسی جنازے میں نہیں دیکھا تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، اللہ تعالی ہمارے ایمان وعمل میں خلوص عطا فرمائے اور حسن خاتمہ کی سعادت بخشے، آمین۔

اولاد واحفاد

راقم الحروف جب فہم وشعور کی عمر کو پہنچا تو سات بھائی بہنوں میں اپنے کو چھٹے نمبر پر پایا۔ ہم دو بھائی اور پانچ بہنیں تھیں، مجھ سے ایک درجہ اوپر بڑی بہن مریم مرحومہ تھیں جو شادی کے بعد عین جوانی میں فوت ہوگئیں، اس لئے بہنوں کی تعداد پانچ سے چار ہوگئی، والدہ مرحومہ کی وفات کے بعد والد مرحوم نے دوسری شادی کی تو ایک علاتی بھائی کا اضافہ ہوا، والد مرحوم کے پسماندگان میں تین لڑکے اور چار لڑکیاں رہیں، ۱۴۰۸ھ میں بڑی بہن عائشہ مرحومہ حج بیت اللہ کے لئے عازم سفر ہوئیں لیکن افسوس دہلی میں وبائی پیچش کا شکار ہوگئیں، مرض کی شدت نے سفر جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی جو مرض الموت ثابت ہوا، محرم ۱۴۰۹ھ میں دنیا سے آخرت کی طرف روانہ ہوگئیں، رحمھا اللہ وغفر لھا۔ بڑے بھائی مولانا عبدالحکیم فیضی مدۃ العمر دعوتی وتدریسی خدمت کرتے ہوئے ۱۲/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ کو وفات پائے۔(۱) یہ سطور لکھتے وقت ہم دو بھائی محمد اعظمی، عبد الحی اور تین بہنیں حیات ہیں، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے ہم لوگوں کو والدین کی اولاد صالح ہونے کی سعادت بخشے اور ہماری دعاؤں کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے ،والد مرحوم کے احفاد کی بھی ایک فہرست ہے جن میں فی الوقت ہم تینوں بھائیوں کی چودہ اولاد ذکور ہیں، اللھم بارک لنا فیما رزقتنا ووفقنا لما تحب وترضی.



(۱) موصوف کی حیات وخدمات کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ محدث جنوری وفروری ۲۰۰۴ء۔

ماہ محرم اور یوم عاشوراء-فضیلت وبدعات

فاروق عبداللہ اشرف فیضی
نارائن پور، صاحب گنج، جھارکھنڈ

ماہ محرم سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے، سال کے باقی گیارہ مہینوں پر اسے خاص فضیلت واہمیت حاصل ہے اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشادفرماتا ہے: ﴿ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السماوات والأرض منها أربعة حرم﴾ بے شک اللہ تعالی کے نزدیک کتاب اللہ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جس دن سے اللہ تعالی نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، ان میں سے چارحرمت والے ہیں۔(سورہ توبہ:۳۵) نبی ﷺ نے اپنے قول سے ان حرمت والے مہینوں کی تعیین فرمادی ہے، آپ کا ارشادگرامی ہے: "السنة اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم، ثلاث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان" سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے ان میں سے چارحرمت والے ہیں، تین پےدر پے ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ محرم اور رجب مضر جو جمادی وشعبان کے درمیان ہے۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر ۴۶۶۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ محرم ان چار عظیم بالشان مہینوں میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالی کی جانب سے حرمت وتقدس کا شرف حاصل ہے، جس کے اندر بالخصوص اللہ تعالی نے قتل وقتال اور جنگ وجدال کو حرام قراردیا ہے، تاکہ انسانوں کے اندر انسیت کا جذبہ موجزن ہو اور انسانیت انسانی اقدار سے بہرہ ور ہو، زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ان حرمت والے مہینوں کی حرمت وتقدس کا خاص خیال رکھتے تھے، یہ الگ بات ہے کہ اپنی سہولت ومنشا کے موافق اس میں ہیرا پھیری بھی کرتے تھے، جسے اللہ تعالی نے قرآن میں "نسی" سے تعبیر کیا ہے: ﴿انما النسیء زيادة فی الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما ويحرمونه عاما ليواطؤا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرم الله زين لهم سوء أعمالهم والله لا يهدي القوم الكافرين﴾ (سورۃ التوبہ:۳۷) مہینوں کا آگے پیچھے کردینا کفر کی زیادتی ہے، اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں، ایک سال تو اسے حلال کرلیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کرلیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کرلیں پھر اسے حلال بنالیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے، انہیں ان کے

برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں اور قوم کفار کی اللہ رہنمائی نہیں فرماتا۔

مشرکین ان مہینوں کے اندر جنگ وجدال سے رک جاتے اور اپنے باپ کے قاتل کو بھی وہ ان مہینوں کے اندر نظر انداز اور چشم پوشی کردیتے تھے۔

لیکن آج اگر ہمارے سامنے ماہ محرم کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے ذہنوں پر فوراً اس مہینہ کی ایک الگ ہی تصویر ابھرتی ہے، اور مختلف قسم کے بدعات وخرافات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ ماہ محرم کا مقام ومرتبہ اور اس کی شرعی پہچان ہماری شریعت میں صرف اور صرف شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی بنیاد پر ہے، حالانکہ حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، یہ نتیجہ ہے صرف سنت سے دوری اور بدعتوں کے ایجاد کرنے کا کہ اس مہینہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی اہمیت وفضیلت سے ہی ہم ناواقف رہ گئے اور بدعات وخرافات کو ہی حقیقی دین سمجھ لیا، نتیجۃً ہمارے معاشرے میں سنتوں کی جگہ بدعتوں نے لے لی ہے، اور یہ تصور کیا جانے لگا ہے کہ اس مہینہ کی فضیلت واہمیت کا گہرا تعلق شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے، حالانکہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی وفات کے تقریبا پچاس سال بعد پیش آیا، جب ۱۰ رمحرم ۶۱ھ کو میدان کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ مظلوماً شہید کردیئے گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ۸/۱۷۲، ط: مکتبۃ المعارف بیروت، سن طبع ۱۴۱۰ھ= ۱۹۹۰م) آخر ایسے کسی خاص واقعہ کی وجہ سے کسی دن ومہینہ کی فضیلت واہمیت کا تعلق دین اسلام کے ساتھ کیسے ہوسکتا ہے جو واقعہ آپ کے اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد پیش آیا ہو؟ جب کہ اللہ تعالی نے آپ ہی کی زندگی میں ﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ (سورۃ المائدۃ:۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور بطور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کرلیا۔ کہہ کر دین کو کامل اور مکمل بنادیا ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنے قول وعمل سے دین کے ہر ہر مسئلہ کو واضح کردیا ہے، اور ہمیں حکم بھی دیا ہے: "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الأمور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة" (مسند احمد ۴/۱۲۶-۱۲۷، صححہ الالبانی فی صحیح سنن ابی داود(۴۶۰۷) ابن ماجہ (۴۲) وارواء الغلیل (۲۴۵۵)) تم لوگ میری سنت کو لازم پکڑو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو اور اسے اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو اور دین میں نئی چیزوں کے ایجاد کرنے سے بچو اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

جہاں تک یوم عاشوراء کی فضیلت واہمیت کا تعلق ہے تو زمانہ جاہلیت میں قریش میں بھی اس کی اہمیت وعظمت موجود تھی اور وہ اس دن کا روزہ بھی رکھتے تھے (دیکھیں: صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۰۰۲) اور یہود بھی اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن

کوبطور عید مناتے اور روزہ رکھتے تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو یہود کو عاشوراء کے دن روزہ رکھے ہوئے پایا، آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بہت بڑا دن ہے، اسی دن اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کونجات دی تھی اور فرعون اور ان کی قوم کو غرق آب کیا تھا، جس کے شکر یہ میں موسی علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم موسی علیہ السلام کی اتباع کے تم سے زیادہ حقدار ہیں، پھر آپ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کوبھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(متفق علیہ، صحیح بخاری ۲۰۰۴، صحیح مسلم ۱۱۳۰ واللفظ لہ) نیز اس روزہ کی آپ ﷺ نے مختلف حدیثوں میں خصوصی ترغیب بھی دی ہے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۱۶۲، سنن ابی داود ۲۴۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸ وصححہ الالبانی فی ارواء الغلیل ۱۰۹/۴) عاشوراء کا روزہ، میں اس کے بدلے اللہ تعالی سے گذشتہ سال کے گناہوں کی بخشش کی امید کرتا ہوں۔

توجہاں تک ماہ محرم اور یوم عاشوراء کی اہمیت وفضیلت کا تعلق ہے تو وہ صرف صحیح کتاب وسنت کی روشنی میں اس مہینہ کا ماہ حرام ہونا اور عاشوراء کے روزہ کا مشروع ہونا ہے جو گذشتہ ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، حالانکہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کی تاریخ کا ایک بدنما داغ ہے اور آپ کے محاسن ومناقب بھی ہمیں تسلیم ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة" (جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب والحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، مسند احمد ۳/۳، ۶۲، ۶۴، ۸۲، وقال الالبانی فی السلسلة الصحیحہ رقم (۷۹۶) حسن صحیح) "حسن وحسین رضی اللہ عنہما نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں"۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم آپ کی شہادت کے نام پر جاہلانہ رسم ورواج کوفروغ دیں اور بدعات وخرافات کی تخم ریزی کریں اور آپ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینہ کو منحوس، حزن وماتم اور غم والم کا مہینہ قرار دیں، اگر کسی جلیل القدر صحابی کی شہادت یا عظیم المرتبت اشخاص کی وفات کے دن کوغم والم کا دن قرار دے دیا جائے تو پھر سال میں کوئی ایسا دن نہ بچے گا جس میں ہمیں مسرت وشادمانی نصیب ہوسکے، اور مسلمانان عالم سکھ وچین کا ایک پل بھی گزار سکیں، آپ ﷺ کی زندگی میں ہی آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کوشہید کیا گیا، لاش کا مثلہ تک کردیا گیا، لیکن آپ نے کبھی بھی ان کی وفات پر ماتم نہیں منایا نہ سینہ کوبی اور نوحہ خوانی کی، خود شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم منانے والے آپ کے ہی والد خلیفۃ المسلمین علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ایسا ماتم نہیں مناتے۔ وھلم جرا۔

اور شریعت نے کسی کی وفات پر سوگ وماتم منانے، نوحہ خوانی کرنے، کپڑا چاک کرنے اور سینہ کوبی کرنے جیسے افعال

سے منع بھی کیا ہے اور اس پر تہدید ووعید بھی بیان کیا ہے، کسی کی وفات پر سوگ منانے کی اجازت شریعت کی جانب سے صرف تین دنوں تک دی گئی ہے، صرف بیوی کے لئے اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن تک سوگ منانے کی بات کہی گئی ہے، آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: "لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تحد فوق ثلاث الا علی زوج فانها تحد علیه أربعة أشهر وعشرا" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۸۶) کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو- کسی میت پر- تین دن سے زیادہ سوگ منانا حلال نہیں ہے، سوائے شوہر پر وہ اس پر چار مہینہ دس دن تک سوگ منائے گی۔ واضح رہے کہ ان تین دنوں میں صرف سوگ منانے کی اجازت دی گئی ہے نوحہ خوانی کرنے کی نہیں، بلکہ یہ تو سرے سے ہی حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیامة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب" (صحیح مسلم کتاب الجنائز حدیث نمبر ۹۳۴، مسند احمد ۳۴۲/۵-۳۴۳) نوحہ کرنے والی عورت اگر بغیر توبہ کے مر جائے گی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس کے جسم پر تارکول کا لباس اور خارش کی قمیص ہوگی۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر لوگوں میں جو بدعات وخرافات اور گمراہیاں موجود ہیں- الامان والحفیظ -مثلا تعزیہ بنانا، اس کے گرد بچوں کو گلابی یا سبز کپڑے پہنا کر طواف کرانا اور انہیں "فقرائے حسین" کا نام دینا، ہائے حسین ہائے حسین کی صدا بلند کرنا، چہرا پیٹنا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے چاک کرنا، نوحہ خوانی کرنا، اس مہینہ میں پیدا ہونے والے بچوں کو منحوس سمجھنا، شادی بیاہ اور دعوت ولیمہ نہ کرنا، گوشت نہ کھانا، زینت ترک کر دینا، یزید ومعاویہ رضی اللہ عنہ، ان کے اصحاب اور سوائے اہل بیت کے بالجملہ سارے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعن وطعن اور سب وشتم کرنا اور اس کے لئے ضعیف وموضوع روایات تک کا سہارا لینا، چالیسویں منانا اور اس میں بے دریغ خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور مزید افسوس ناک امر یہ کہ ان چیزوں کو قربت الٰہی کا ذریعہ، سال بھر کے گناہوں کا کفارہ اور اسلام کی حیات نو اور نشأۃ ثانیہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ﴿قل هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا﴾ (سورة الکهف:۱۰۳-۱۰۴) کہہ دیجئے کہ (اگر تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔

اور آپ ﷺ نے مختلف حدیثوں میں کسی کی وفات پر چہرا پیٹنے، سینہ کوبی کرنے وکپڑا چاک کرنے جیسے جاہلی رسم ورواج سے ہمیں منع کیا ہے اور انہیں ملت اسلام سے خارج قرار دیا ہے جو دعوی اسلام کے باوجود ان بدعات وخرافات کا

ارتکاب کرتے ہیں، مثلاً آپ نے فرمایا: "ليس منا من لطم الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية" (صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۲۹۴) وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو گالوں پر طمانچے مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ان رسول الله ﷺ لعن الخامشة وجهها والشاقة جيبها والداعية بالويل والثبور" (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۸۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۳۷، حسنہ الالبانی فی السلسلۃ الصحیحۃ رقم: ۲۱۴۷ وفی صحیح الجامع ۵۰۹۲) رسول اللہ ﷺ نے چہرا نوچنے والی، گریبان چاک کرنے والی اور ہلاکت وبربادی کی پکار پکارنے والی پر لعنت کی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا: "أنا بری ممن حلق وسلق وخرق" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۷) مصیبت کے وقت جو شخص سر منڈائے، آواز بلند کرے اور گریبان چاک کرے میں اس سے بری ہوں۔

یوم عاشوراء اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ہی ایک دوسرا گروہ بھی پایا جاتا ہے جنہیں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "نواصب" کہا ہے، یہ پہلے گروہ کے برعکس اہل بیت سے دشمنی وعداوت رکھتے ہیں اور یوم عاشوراء کے موقع پر سرمہ وخضاب لگاتے ہیں، اہل وعیال پر کثرت سے خرچ کرتے ہیں، خلاف عادت عمدہ اور خصوصی ڈشیں پکاتے ہیں، گویا کہ یہ دن ان کے نزدیک یوم العید ہے۔ اسی طرح ایسے دوسری چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں، جو عام طور پر دوسرے دنوں میں نہیں کرتے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲۵/ ۳۰۹ - ۳۱۰، ط: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف فی المدینۃ المنورۃ تحت اشراف وزارۃ الشئون الاسلامیۃ، سعودیۃ)

حالانکہ یوم عاشوراء کے موقع پر ان چیزوں کا ثبوت ہمیں نہ قرآن میں ملتا ہے نہ آپ ﷺ کی زندگی میں اور نہ خلفاء راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں، اور آپ ﷺ کی مشہور حدیث ہے: "خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة" (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ حدیث نمبر ۸۶۷) سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ آپ ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بری چیز اس کے اندر ایجاد کردہ چیزیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس لئے ہمیں خیر الحدیث وخیر الہدی کی اتباع کرتے ہوئے ان بدعات وخرافات سے کوسوں دور رہنا چاہئے چہ جائیکہ اس کے قریب جائیں یا پھر تماش بین بن کر ان کے محفلوں کی زینت بنیں۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



مولانا وحیدالزماں بن مسیح الزماں حیدرآبادی
اوران کی کتاب ''نزل الابرار من فقہ النبی المختار''

مولانا محمد مستقیم سلفی/استاذ جامعہ سلفیہ

انیسویں صدی کے نصف آخر کو علمی، ادبی، تاریخی حیثیت سے عہد زریں کہا جا سکتا ہے، اس دور میں بہت سے قادر الکلام، صاحب طرز ادیب اور یگانۂ روزگار ماہرین علم وفن پیدا ہوئے، انہیں میں سے ایک صاحب علم وفضل علامہ نواب وحیدالزماں خاں حیدرآبادی بھی ہیں، جو علماء کے اس قبیل سے ہیں، جنہوں نے زودگوئی وبسیارنویسی کا کارنامہ بھی انجام دیا، مختلف موضوعات اور متعدد اصناف علم میں جولانی طبع کے جوہر بھی دکھائے، اور قادرالکلامی کا ثبوت بھی فراہم کیا، لیکن گمنام ہی رہے، ان کی کتابوں کی تعداد بہت کافی ہیں، جن میں تصنیفات بھی ہیں تالیفات بھی اور تراجم بھی، ان کتابوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نواب صاحب قادرالکلام اور کہنہ مشق فقیہ بھی تھے، منفرد اور ممتاز مفسر بھی، قابل ذکر مورخ بھی تھے، آپ کا دین سے گہرا شغف ولگاؤ تھا، اردو فارسی، عربی اور انگلش زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے، مترجم کی حیثیت سے ان کا نام تو سننے کو مل جاتا ہے، لیکن ان کے حالات وکوائف ودینی خدمات کو اکثرنظر انداز کردیا گیا ہے۔

آپ کا نام وحیدالزماں بن مسیح الزماں بن نورمحمد ملتانی بن شیخ احمد ہے، اور شاہی خطاب وقارنواز جنگ ہے، آپ کا آبائی وطن ملتان تھا جو سرہند کے قریب واقع ہے۔

آپ کی ولادت (۱) ۱۲۶۷ھ میں بمقام کانپور میں ہوئی اور مدرسہ فیض عام کانپور میں مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں سے قابل ذکر یہ ہیں: (۱) مولانا عبدالحق صاحب بنارسی (وفات: ۱۲۸۶ھ) (شاگرد امام شوکانی) (۲) مولانا قاضی بشیرالدین صاحب قنوجی (۱۲۳۴-۱۲۹۶ھ) (۳) مفتی لطف اللہ کوئلی (۱۲۴۴-۱۳۳۴ھ) (۴) مولانا محمد سلامت اللہ صاحب کانپوری (وفات: ۱۲۸۱ھ) (شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی) (۵) مولانا محمد عادل صاحب کانپوری (۱۲۴۱-۱۳۲۵ھ) (۶) مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی (وفات: ۱۳۰۴ھ) (۷) شیخ الکل فی الکل میاں نذیرحسین محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ) (۸) شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی وغیرہم، میاں صاحب

(۱-۸) تذکرۃ الوحید ونزھۃ الخواطر ج ۸۔

نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی اس میں تحریر فرماتے ہیں "لقد أجزت لجميع مروياتي من كتب الحديث أعني الصحاح الستة وغيرها للمولوي الا لمعي الذي له رأى صائب وذهن ثاقب وحيد الزمان بن مسيح الزمان الخ"۔

درس وتدریس وتصنیف وتالیف کا کام بوجہ ملازمت سرکاری آپ کی علمی صلاحیت کے مقابلے میں بہت کم ہیں، آپ کے شاگردوں میں سے قابل ذکر نواب محسن الملک مہدی حسن حیدر آبادی، مولانا عبدالحفیظ صاحب پھر کئی، حافظ لطف اللہ صاحب وکیل، مولانا میر افضل حسین صاحب چیف جسٹس ہائیکورٹ حیدر آباد دکن، مولانا انوار اللہ خاں صاحب بہادر وغیرہم ہیں۔

آپ نے دو مرتبہ حج خانہ کعبہ اور تین مرتبہ زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے، پہلی مرتبہ ۱۲۸۷ھ میں صرف اپنے والد ماجد کے ساتھ اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد اور پورے اہل وعیال کے ساتھ حج خانہ کعبہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے اور اس سفر میں آپ کو سانحہ پیش آیا کہ ۹/ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ روز دوشنبہ بمقام مکہ معظمہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور جنت المعلی میں مدفون ہوئے، پھر تیسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ میں مع اپنی اہلیہ محترمہ کے مدینہ منورہ، بیت المقدس اور دمشق وغیرہ مقامات متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔(۱)

ملازمت: ۱۲۸۴ھ میں آپ نے ریاست حیدر آباد دکن میں ماہانہ تیس روپے پر ملازمت کی، پھر آپ کو ترقی ملی اور ماہانہ پچاس روپے پر نائب ناظر ومہتمم عدالت عالیہ فوجداری کے عہدہ پر فائز ہوگئے، پھر اور ترقی ملی تو اسی عدالت میں ساٹھ روپے بماہ نائب سر رشتہ دار پھر اسی تنخواہ پر سر رشتہ دار عدالت فوج داری اضلاع پر پہونچ گئے، پھر ترقی ہوئی تو ماہانہ ڈیڑھ سو روپیہ پر دفتر مالگذاری میں میر منشی ہوگئے، پھر اسی دفتر میں بماہ دوسو روپے سر رشتہ دار ہوگئے۔ ترقی کرتے کرتے ۱۳۰۳ھ میں ماہانہ ڈیڑھ ہزار روپے وزارت عظمی پر فائز ہوگئے، پھر ہائی کورٹ کے جج بنادیئے گئے اور ۱۳۱۸ھ میں ملازمت سے برطرف ہوگئے اور پوری مستعدی سے تصنیف وتالیف میں مصروف ہوگئے۔(۲)

اور مختصر سی مدت میں تیس سے زائد کتابوں کی تصنیف وترجمے کر دیئے، اس سلسلہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے دیکھئے کتاب: ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات''

نواب صاحب کے سلسلہ میں بعض اہل علم نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ آپ پہلے شیعہ تھے لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے، شاید ان بزرگوں کو نواب صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ شک ہوا جو انہوں نے اپنی کتاب ''انوار اللغۃ ج ا

(۱-۲) تذکرۃ الوحید

کےص ۷۷ میں لکھا ہے کہ:

''ایک بار میں نے امیر کہہ کرآپ کو(یعنی حضرت علی کو)مراد لیا تو ایک سنی صاحب بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ شاید تم شیعہ ہو، میں نے کہا کہ دریں چہ شک، بیشک میں شیعہ علی ہوں''۔اسی طرح اسی کتاب کےص ۴۶ پر لکھتے ہیں کہ:

''میری امت میں ۱۲ امیر ہوں گے، یہ سب قریش میں سے ہوں گے، مراد ان بارہ امیروں سے وہ امراء ہیں جو امام مہدی کے بعد امام حسن اور امام حسین کی اولاد میں سے ریاست کریں گے، جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے، انہوں نے غلطی کی ہے''۔

مذکورہ عبارت کی بناپر اگر آپ کو شیعہ خیال کیا گیا ہے تو میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے، [شیعہ علی'' سے نواب صاحب کی مراد جماعت علی ہے نہ کہ شیعہ مذہب، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: "وان من شیعته لابراهیم" اس آیت میں ''شیعۃ'' بمعنی جماعت ہے اور نواب صاحب مرحوم کی مراد یہی ہے، اس لئے کہ نواب صاحب مرحوم نے صحاح ستہ مترجم اردو اور اپنی دوسری کتاب ''تفسیر وحیدی'' میں شیعہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا رد بیشمار مقامات پر لکھا ہے، بطور مثال ان کی کچھ عبارت ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

آپ تصریحات صحیح مسلم مترجم اردو ص ۱۹۶۸ جلد پانچ میں تحریر فرماتے ہیں کہ'' اور شیعہ ورافضہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی خلافت کے لئے نص کیا تھا (یعنی اللہ کے رسول نے) اور یہ سب دعاوی باطلہ ہیں، کیونکہ اگر کیا ہوتا تو صحابہ خلافت کے باب میں اس کا خلاف نہ کرتے''۔اور اسی صحیح مسلم مترجم اردو کےص ۲۳۸۱ میں لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں فضیلت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کہ انہوں نے ایسے وقت میں آپ کا ساتھ دیا، اور گھربار، مال واسباب سب چھوڑ دیا، خاک پڑے ان کے منہ پر جو آپ جیسے جاں نثار و وفادار ساتھی کی نسبت برے الفاظ نکالتے ہیں''۔

اور اسی صحیح مسلم اردو کےص ۲۳۸۶ میں لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث سے حضرت علی کی محبت حضرت عمر کی نکلی، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی حضرت عمر کی تعریف کرتے تھے اور ان کو خدا کا مقبول بندہ اور ان کے اعمال کو ٹھیک سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ویسے اعمال کی خود آرزو کرتے تھے، اب ان بے ایمانوں کا منہ کالا ہو جو معاذ اللہ حضرت علی اور حضرت عمر میں خلاف بیان کرتے ہیں''۔

اس کے علاوہ بہت سے مقامات پر رافضیوں، شیعوں اور تمام گمراہ فرقوں کا رد آپ نے لکھا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ شیعہ کبھی نہیں تھے، البتہ آپ پہلے حنفی تھے جیسا کہ مولانا ممدوح اپنی کتاب ”نورالہدایۃ ترجمہ شرح وقایہ مطبوعہ مجیدی کانپور کے ص ۱۶ پر لکھتے ہیں ”یہ بندہ عاصی پر معاصی ....محمد وحیدالزماں لکھنوی فاروقی حنفی الخ“ پھر اہل حدیث ہوئے، جب آپ حنفی تھے تو پہلے طریقۂ چشتیہ میں داخل ہوئے، پھر فضل رحماں گنج مرادآبادی کے ہاتھ پر بیعت کرکے طریقۂ قادریہ میں داخل ہوگئے، پھر اہل حدیث ہوئے تاہم سابقہ اثرات طبیعت میں رہ ہی گئی اور رجحانات طریقۂ قادریہ سے الگ نہ ہوسکے، جس کی بنا پر آپ سے مسئلوں میں لغزش ہوئی ہے، بطور نمونہ سماع موتی سے متعلق آپ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس مسئلہ میں مولانا کا استدلال کس طرح غیر مناسب ہے۔

”انك لا تسمع الموتى“ کی تشریح یوں کرتے ہیں ”تو مردوں کو“ (یعنی کافروں کو) اسلام نہیں قبول کروا سکتا، اس آیت میں سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہ نے خیال کیا کیونکہ سماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے جیسے ”اسمع غیر مسمع“ میں اور متعدد احادیث سے سماع موتی ثابت ہے، جیسے اوپر گذرچکا اور اہلحدیث کے بڑے بڑے امام جیسے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم اسی کے قائل ہیں، صرف حنفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے، مجمع البحار میں ہے کہ ”انك لا تسمع الموتى“ کا معنی یہ ہے کہ ”تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالی نے جاہل بنادیا ہے“۔ (لغات الحدیث ردیف: س ص ۱۶۳)

وفات:

آپ کا انتقال ۲۶/شعبان ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۵/مئی ۱۹۲۰ء(۱) بمقام آصف نگر حیدرآباد دکن میں ہوا اور وقارآباد میں سپرد خاک کئے گئے، نور الله مرقده وجعل الجنة مثواه.

(جاری)



(۱) الجمعیۃ امرتسر ۱۱/جون ۱۹۲۰ء=۲۳/رمضان ۱۳۳۸ھ

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

صہیب احمد شکیل احمد خان
شعبۂ عربی رجامعہ ملیہ اسلامیہ

ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک جتنے ادیان ومذاہب اس روئے زمین پر نمودار ہوئے بحمد اللہ مذہب اسلام کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ کسی دوسرے مذہب کو نہ مل سکا جس کے بابت خداوند قدوس خود فرماتے ہیں: ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب دین اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن کروڑوں کی تعداد میں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہورہے ہیں اور اللہ رب العزت کے اس فرمان ﴿ادخلوا فی السلم کافۃ﴾ تم سلامتی میں پورے پورے داخل ہوجاؤ کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ مگر افسوس اتنی بڑی نعمت پانے کے باوجود آج کتنے بدنصیب مسلمان اسلام کے صحیح تقاضے سے غافل ہیں اور اس کے حقوق کو پامال کئے بیٹھے ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے کھلے لفظوں میں فرمادیا: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ (الذاریات) میں نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اللہ نے ہماری پیدائش کا مقصد ہی عبادت وبندگی قرار دے دیا، اس کے باوجود ہم مسلمان اس اہم ذمہ داری سے کوسوں دور ہیں اور اس عظیم مقصد کو کھو دیا ہے، اللہ کے ذکر سے غافل ہیں، ہماری انہیں کوتاہیوں کی وجہ سے آج کتنی مسجدیں ویران ہیں، جس کے پاداش میں ہمیں آئے دن طرح طرح کی آفات ومصائب سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ولا تھنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون ان کنتم مؤمنین﴾ (القرآن) غم اور فکر مت کرو یقیناً تم ہی سربلند ہوگے اگر تم مومن ہو۔ لیکن ہم نے اللہ کو اور اس کے نبی کے فرمودات کو بھلا دیا ہے اسی وجہ سے آج ہمیں ہر موڑ پر ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اگر ہم تھوڑی بہت عبادت بھی کرتے ہیں تو اس میں بدعت وشرک کی آمیزش ہوتی ہے جسے ہم اور آپ پرکھ نہیں سکتے، ہندوستان کی کروڑوں کی آبادی مسلمانوں پر مبنی ہے جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں مگر ۷۰ فیصد آبادی شرک وبدعت میں ملوث ہے جس کے سلسلے میں اللہ کا قطعی فیصلہ ہے: ﴿ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء﴾ (النساء) بلاشبہ اللہ تعالی شرک ہرگز نہیں معاف کرے گا البتہ اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے معاف

فرمادے گا۔ اس آیت کریمہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ تو معاف ہو سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں مگر شرک اللہ کی نظر میں ایسا بدترین جرم ہے جس کو اللہ تعالی کبھی بھی معاف نہ کریں گے، اور ایسے بدکاروں کے لئے جنت حرام کردی گئی ہے اور جہنم ان کا دائمی پناہ گاہ ہوگا، ارشاد ربانی ہے: ﴿انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة ومأواه النار وما للظالمين من أنصار﴾ (المائدہ) بلاشبہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور اللہ تبارک وتعالی نے شرک کو دوسرے مقامات پر ظلم سے تعبیر کیا ہے، ارشاد ہے: ﴿ان الشرك لظلم عظيم﴾ (سورہ لقمان) یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس کے سارے اعمال ضائع وبرباد ہوجاتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿ولقد أوحي اليك والى الذين من قبلك لئن أشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين﴾ (الزمر: ٦٥) یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے (پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر) کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے ۔ اب ان واضح آیات کے باوجود بھی ہم سوتے رہے، تو ہمارا شمار مسلمانوں میں نہیں بلکہ کافروں اور مشرکوں میں ہوگا اور ہمارے سارے اعمال برباد ہوجائیں گے، جس کا اشارہ سورہ انعام میں کچھ اس طرح ہے: ﴿ولو أشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون﴾ (الانعام) اور اگر ان سے شرک کا ارتکاب ہوجاتا تو ان کے سارے عمل اکارت جاتے۔

شرک ایک ایسا گناہ ہے جو ہمارے سارے اعمال ضائع واکارت کردے گا اور جہنم کے ایسے گڈھے میں پھینک دے گا جہاں سے واپسی ممکن نہ ہوگی اور ہماری اخروی زندگی تباہ ہوجائے گی اس وقت ہمارے کف افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور ہم ہمیشہ کے لئے جہنم کے خوراک ہوجائیں گے۔ انبیاء کرام سے شرک سرزد ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں، اس کے باوجود بھی اللہ نے پیغمبروں کا نام لیکر یہاں تک کہ سیدنا محمد عربی ﷺ سے فرمادیا کہ شرک کی وجہ سے سارے اعمال اکارت وبرباد ہوجائیں گے۔ یہاں مراد ان کی امتیں اور اخیر میں امت محمد یہ ہے کہ شرک نہایت خطرناک عمل ہے، شرک کی مثال دیمک کی ہے جس طرح دیمک ہماری محنتوں کو چاٹ جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح شرک ہمارے اچھے اعمال کا صفایا کردیتا ہے، جو بھی اس میں ملوث ہوگیا وہ تباہ ہوگیا، نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو ایک وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: "لا تشرك بالله شيئا وان قتلت أو حرقت" (مسند احمد) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگر چہ تجھے قتل کردیا جائے یا جلا دیا جائے، ان زندہ جاوید صراحتوں کے بعد بھی ہماری آنکھیں بند ہیں، ہم عقل سلیم کا استعمال نہیں کرتے، آخر ہم کب بیدار ہوں گے، ہماری آنکھوں پر کب تک پردہ پڑا رہے گا، قرآن کی واضح آیات اور نبی کی سچی

شریعت ہمارے سامنے ہے، اس کے باوجود ہم أغثني يا رسول الله، أدركني يا رسول الله اور أدركتني يا صاحب الزمان جیسے احمقانہ نعرے کیوں بلند کرتے ہیں، جبکہ قرآن پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے: ﴿ذلك بأن الله هو الحق وان ما يدعون من دونه هو الباطل﴾ (الحج:۶۲) یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں باطل ہیں۔

اب ضرورت ہے کہ ہم قرآن کریم کے مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور اسی نسخہ کیمیا کے ہدایات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور قرآن کی اس آیت کو اپنا لائحہ عمل تصور کریں ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا﴾ (النساء:۳۶) اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نہ ہمارے اور کفار کے مابین جو حد فاصل ہے وہ فوت ہوجائے گا اور اس طرح سے ہمارا طرۂ امتیاز ہم سے کھو جائے گا اور ہم زمرۂ اسلام سے خارج ہوجائیں گے۔ مسلمان کے گھر میں جنم لینے یا کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ زبان سے ادا کرنے سے ایک انسان مسلمان نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے کچھ تقاضے ہیں جن کی تکمیل کے بعد ہی ایک سچا مسلمان ہوسکتا ہے ورنہ ہمارے یہ دعوے خام خیالی پر مبنی ہوں گے اور روز محشر ہم شرمندہ ہوں گے، اس دن ہماری چیخ و پکار بے سود ہوگا، اس دن ہمارے معبودان باطلہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ وہ قہر الٰہی سے پریشان ہوں گے اور ہم خائب وخاسر ہوں گے۔

شرک ایک تباہ کن مرض ہے جس کی دوا قرآن کی تابندہ آیتیں اور معالج نیک وصالح علماء ہیں اور شرک ایسا خطرناک مرض ہے جس کی تشخیص ایک ماہر معالج ہی کرسکتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وما يؤمن أكثرهم بالله الا وهم مشركون﴾ (سورہ یوسف:۱۰۶) اللہ کو ماننے والے اکثر مشرک ہیں، اللہ کا یہ فرمان کافی اہمیت کا حامل ہے اور ہمیں ایک نئی سمت کی طرف لے جاتا ہے کہ شرک کی تشخیص اتنی آسانی سے نہیں ہوسکتا اور ایک سچا مومن بھی اپنے آپ کو شرک کے پھندے سے محفوظ نہیں کرسکتا، اسی لئے اللہ نے متعدد مقامات پر اس سے آگاہ کیا ہے، ارشاد ہے: ﴿فلا تجعلوا لله أندادا﴾ (البقرہ) تو تم اللہ کے لئے کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تو پھر ہمیں غیروں کے پاس جانے یا ان کے سامنے سر جھکانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آسمان وزمین کس کی تخلیق ہے تو یقیناً ان کے زبان پر اللہ کا ہی نام آئے گا جیسا کہ اللہ رب العزت خود فرماتے ہیں: ﴿ولئن سألتهم من خلق السماوات والأرض ليقولن الله" (الزمر) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین وآسمان کس نے پیدا کئے؟ تو یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا۔ رہی وسیلہ کی بات تو اس کے بارے میں بھی صراحتاً ارشاد ہے: ﴿وابتغوا اليه الوسيلة﴾ (المائدہ) تم اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو نہ کہ بزرگوں کے عمل سے جب اللہ نے کھلے لفظوں میں فرمادیا ﴿نحن أقرب

من حبل الورید﴾ (سورہ ق:۱۶) میں تمہارے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ تو پھر قبروں اور مزاروں پر مرادیں مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔

افسوس ان واضح آیات کے بعد بھی آج مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت مشرکین عرب کی طرح توحید ربوبیت کی تو قائل ہے لیکن توحید الوہیت کی منکر ہے، اسی وجہ سے وہ ما فوق الاسباب طریقے سے غیر اللہ سے امیدیں وابستہ رکھتی ہے اور غیر اللہ کے نام نذر و نیاز دیتی ہے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرتی ہے، قبروں کا طواف اور سجدہ کرنا جن کا شیوہ بن چکا ہے اللہ کے چوکھٹ سے محبوب وہ غیر اللہ کا در تسلیم کرتے ہیں جبکہ قرآن عظیم علی الاعلان کہتا ہے: ﴿وقال ربکم ادعونی أستجب لکم﴾ (سورہ غافر) اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ دوسرے مقام پر کچھ یوں کہا گیا ہے: ﴿وإذا سألك عبادي عني فاني قريب أجيب دعوة الداع اذا دعان﴾ (البقرہ) میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو اسے سنتا ہوں۔

ان ساری سہولیات اور نعمتوں کے باوجود آج کتنے مسلمان شرک وبدعات میں مبتلا ہیں، انہوں نے اللہ کے فرمودات اور نبی ﷺ کی شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے، آج مسجدیں تو ویران ہیں لیکن قبور و مزارات آباد ہیں جو سجدہ اللہ کے لئے خاص ہیں غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے فریاد رسی اللہ کے بجائے غیر اللہ سے کی جاتی ہے اور اس کے بعد ہم اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کے خواہاں نظر آتے ہیں، لعنت ہو ایسے مسلمانوں پر جو اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی طرف رخ کرتے ہیں، اللہ اس نازک مرحلے میں ہماری مدد فرما اور شرک جیسی گھنونے عمل سے محفوظ رکھ، آمین۔ ☆☆

ضروری اعلان

تمام معزز قارئین محدث (بنارس) کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہنامہ محدث کی زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرتے وقت اس پر اپنا نام، پتہ اور خصوصاً اپنا اشتراک نمبر ضرور لکھیں تاکہ آپ کے کھاتے میں مرسلہ رقم درج کی جاسکے۔

امید ہے کہ تمام قارئین کرام اس اطلاع پر کاربند ہوں گے، والسلام۔

(ادارہ)

جذبے کا خلوص

مولانا عبدالسمیع محمد ہارون انصاری سلفی
بھوارہ، مدھوبنی

سلف کا یہ قول کتنا خوب ہے، غور کیجئے، حظ اندوز ہوتے ہوئے رب العزت سے اس کی توفیق مانگتے ہوئے اسے اپنانے کی ہر ممکن سعی کیجئے قول ہے: ”ایک مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے“۔ اس لئے کہ نیت کے مطابق ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے، عمل کا دارومدار ہی نیت پر ہے (انما الأعمال بالنیات) جیسی نیت کی ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔ اسی پر بس نہیں ہے، شریعت کے ثابت نصوص سے معلوم ہے کہ اگر نیک کام کی کوئی سچی نیت کرے اور اسے نہ کر سکے تو محض خالص جذبے اور صدق نیت کی برکت سے اس عمل صالح کا کچھ اجر ملتا ہے اور اگر برے کام کی نیت کی اور جب تک اسے کرے گا نہیں اس پر اللہ کے یہاں مؤاخذہ نہیں ہوگا محض نیت کرنے سے برے کام پر مؤاخذہ نہ ہوگا، نیت اور صدق نیت کی اہمیت بس اتنی ہی نہیں ہے، نیت کے اندر عمل سے زیادہ وسعت ہے، اس لئے کہ ایک مسلمان کے لئے ہمیشہ تمام طرح کے نیک اعمال کرتے رہنا از حد مشکل ہے تاہم وہ انہیں ادا کرنے کی سچی نیت کرسکتا ہے اور اس پر بھی اسے ثواب ملے گا، یہ نکتے ہمیں بتلاتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں خالص جذبہ، صدق نیت اور سچے ارادے کی کتنی قدر ومنزلت ہے، یوں معلوم ہوا کہ فی الواقع نیت عمل سے بہتر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت صاحب تفہیم القرآن نے خوب لکھا ہے کہ جس وقت سے حق ان پر منکشف ہوا اس وقت سے لیکر مرتے دم تک ان کی پوری زندگی سرتاپا قربانی ہی قربانی تھی، دنیا میں جتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان محبت کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو حضرت ابراہیمؑ نے حق کی خاطر رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قربان نہ کیا ہو، اور دنیا میں جتنے خطرات ومصائب اور آلام ومشکلات ہیں، جن سے آدمی ڈرتا ہے، ان میں سے کوئی خطرہ، مصیبت اور آزمائش ایسی نہ تھی، جسے انہوں نے حق کی خاطر نہ جھیلا ہو، اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے انہوں نے ہر طرح کی

مصیبت، پریشانی اور مشکلات کو برداشت کیا ہے، حضرت ابراہیمؑ کی عظیم شخصیت کا یہی وہ امتیاز ہے جس کے سبب انہیں وہ ممتاز مقام ملا جن سے کم وبیش ہم سبھی واقف ہیں، تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تمام قربانیوں میں، جن کے سبب انہیں امامت عالم سے سرفراز کیا گیا، ایک قربانی وہ خاص طور سے قابل ذکر اور سب سے ممتاز ہے جو انہوں نے اپنے لخت جگر کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے جذبے اور سچے عزم واراوے کا اظہار کیا تھا، عمر کے آخری پڑاؤ کی سب سے محبوب شئی اپنے لخت جگر کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا سخت امتحان جب اللہ نے لیا تو اللہ کا یہ بندہ اسے بھی کرنے میں ذرا سا نہ ہچکا، فرزند ارجمند کو ہمراہ لیکر قربان گاہ تک پہنچ گئے، اسے قربان کرنے کا عزم مصمم کرلیا، جذبہ خالص تھا، نیت سچی تھی، بیٹے کو لٹا دیا، اللہ نے ندا دی کہ تم امتحان میں کامیاب ہوگئے، حضرت ابراہیمؑ اپنے لخت جگر کو اللہ کے راستے میں قربان نہیں کردیا، اس کے قربان کرنے کے خالص جذبے اور سچی نیت کا اظہار کردیا، اللہ نے ان کے خالص جذبے اور سچی نیت کی وہ قدر کی کہ ان کی اس قربانی کو، زندگی کی دوسری تمام قربانیوں کے مقابلے میں سب سے ممتاز مقام عطا کیا، اس قربانی کو رہتی دنیا تک کے لئے زندہ رکھا، عید الاضحیٰ کے موقع پر سیکڑوں برسوں سے کی جانے والی قربانی انہی کی سنت کا احیاء ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اس کے خالص جذبے اور سچی نیت کا اتنا عظیم صلہ دیا، بایں طور معلوم ہوا کہ فی الواقع اسلامی شریعت میں خالص جذبے کی، سچی نیت کی، کسی نیک کام کے کرنے کے تئیں بےلوث پختگی کی کتنی قدر ہے اور کیا مقام ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اسلامی شریعت میں تمام اعمال کے عند اللہ رد وقبول کی دو ہی بنیادیں ہیں، ایک اخلاص دوسری درستگی، یعنی جو بھی نیک کام ہو اس میں ارادہ نیک ہو، اللہ کے لئے ہو، خالص ہو اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو، دوسرا یہ کہ جو بھی نیک کام ہو، شریعت کے حکم کی بجا آوری ہو وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو، ان دونوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو وہ اللہ کے یہاں مردود وغیر مقبول ہی نہیں بلکہ سخت مواخذہ کا باعث بن جائے گا، جیسا کہ صحیح احادیث میں اس بابت کئی لوگوں کی بابت وارد ہے کہ وہ اللہ کے یہاں فلاں فلاں اعمال کا ذخیرہ لیکر پہنچے گا مگر ان میں سے کوئی جذبے کے خلوص سے عاری ہوگا تو کوئی بدعات وخرافات سے پُر ہوگا، ان سب کے تمام نیک اعمال نہ صرف ضائع اور اکارت ہوں گے بلکہ وہ انتہائی سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

علی کل حال اسلامی شریعت کے اصول ومبادی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جذبے کی خاص اہمیت اور نیت کا

مخصوص مقام ہے، حضرت عمرؓ سے مروی حدیث "انما الأعمال بالنیات" ہمارے سامنے ہو، اس کے اسرار و معانی میں ہم غوطہ زن ہوں تو اس نکتے کی اہمیت مزید واضح ہوجائے گی۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ آدمی کو اس کے عمل کا بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسی اس کی نیت ہوگا، جذبے میں جس قدر خلوص اور گہرائی گیرائی ہوگی، اسی کے بقدر وہ اللہ کے یہاں اجر اور اکرام کا مستحق ہوگا، بڑا سے بڑا کام خواہ وہ ہجرت اور جہاد ہو، شہادت اور دعوت وتبلیغ ہو، زندگی بھر دین کی خدمت ہو، اگر اس عمل کے کرتے ہوئے خلوص کے شیشے میں کہیں سے کوئی شگاف آ گیا تو پھر اس کی کوئی قدر نہ ہوگی بلکہ سخت مؤاخذہ ہوگا، اس کے برعکس ایک معمولی سے معمولی عمل خالص اللہ کے لئے کوئی کرے، جذبے کے پورے خلوص کے ساتھ کرے، رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرے تو اس چھوٹے عمل کی وہ قدر رہے جو بڑے سے بڑے عمل کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے، احادیث میں اس کی متعدد مثالیں ہیں، اللہ ہمارے دلوں سے تمام طرح کی کدورتیں دور کرے، ہمیں جذبے کا وہ خلوص عطا فرمائے کہ جس کے ذریعہ ہمارا معمولی عمل صالح بھی قیامت کے دن نجات کا ذریعہ بن جائے، آمین۔

جذبے کے خلوص کی اس عظمت اور صدق نیت کے اس مقام کو بہر حال وہ لوگ نہیں پاسکتے یا دل میں نیت اور محض اچھے کام کے ارادے کے ذریعہ انہیں غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ ہم کو بھی اسی طرح محض ارادے کے ذریعہ سرخروئی حاصل ہوجائے گی، جذبے کے خلوص اور صدق نیت کا مطلب وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر کی قربانی کو سچے جذبے سے معمور ہو کر تقریبا کر دی تھی، انہوں نے حقیقت میں صدق نیت کا اظہار کر دیا تھا، لہٰذا صدق نیت اور جذبے کے خلوص کا اظہار یہ ہے کہ جس نیک کام کا جذبہ آپ کے دل میں ہو اس کے کرنے کے لئے مضطرب ہوجائیں، اس راہ میں کتنے ہی عوامل مزاحم بنیں مگر آپ اس کے کرنے کے لئے روبہ عمل دکھائی دیں، بہت سے لوگ نماز کا ارادہ کرتے ہیں، حلال خوری کی نیت کرتے ہیں اور اسی طرح دین کی دوسری تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا فی الواقع خالص جذبہ رکھتے ہیں مگر وہ صرف جذبۂ محض ہوتا ہے اور وہ اس لئے کہ اس سمت میں عملی اظہار کا اضطراب نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں سچے جذبے اور صدق نیت سے معمور کرے، آمین۔



ختنہ اور کینسر

قسط (۲)

مطیع الرحمٰن فضل الرحمٰن سلفی /شنکر پور، سپول

برطانیہ کے (B.M.J.) بی ایم جے نامی طبی میگزین نے ۱۹۷۷ء میں Circumcision and Cancer اس مرض سے متعلق ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا بیان ہے کہ آلہ تناسل کا کینسر یہودیوں میں شاذ ونادر ہی ہوتا ہے، اور اسلامی ممالک جہاں بچپنے میں ہی ختنہ کردیا جاتا ہے وہاں بھی کینسر شاذ ونادر ہوتا ہے، آلۂ تناسل کا کینسر دنیا کے بیشتر ممالک کے لئے پریشانی کا سبب بنا ہوا ہے، خاص طور پر چین، یوگانڈا اور بوتوریکو میں ۱۲/ سے ۲۲/ فیصد مردوں کو یہ بیماری لاحق ہے۔

''نیشنل انسٹی ٹیوٹ فار کینسر'' کے میگزین میں چھپی ایک رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جنسی بے راہ روی سے یہ کینسر پیدا ہوتا ہے۔

امریکی میگزین برائے امراض اطفال نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''غیر مختون شخص آلۂ تناسل کے کینسر کا کسی بھی وقت شکار ہوسکتا ہے، اس کا سدباب اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ نومولود ہی کا ختنہ کردیا جائے۔(۱)

کلکتہ میڈیکل کالج کے پروفیسر اور مشہور ہندو جراح نے اپنی کتاب "Clinical Methodsin Surgery" کی پہلی فصل میں رقمطراز ہیں کہ ''ایام طفولت میں ختنہ کرانا چونکہ مسلمانوں کا مذہبی وطیرہ ہے اس لئے وہ لوگ بہر حال فیموسس، پیرافیموسس اور سب پر پیوشیل انفیکشن وغیرہ امراض کا شکار نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے عضو تناسل میں کینسر شاذ ونادر ہی نظر آتا ہے۔(۲)

ختنہ اور عنق رحم میں کینسر:

آلۂ تناسل کے آگے بڑھے ہوئے چمڑے کے اندر ہر وقت ایک قسم کی رطوبت نکلتی رہتی ہے جس کو (Smegma) اسمیگما کہا جاتا ہے، علم طب کے مطابق یہ رطوبت آلۂ تناسل کے بہت سے امراض کا سبب مخفی ہے اور اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر غیر مختون ہے تو اس عورت کے رحم کے منہ میں کینسر (Corcinoma of the Cerrix) ہونے کا امکان زیادہ رہتا ہے۔(۳) اسی لئے امراض نسوانی (Gynaceology) کے سارے ماہرین نے بہت ہی صحیح لکھا ہے کہ:

"Rarity of the disease (Cgieinoma of the Cervix) in Muslim and Jawsess". (۴)

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ج۲ ص ۲۶۲۔ (۲) ماہنامہ اہلحدیث کلکتہ بنگلہ دسمبر ۱۹۸۵ء۔
(۳) اردو سائنس ماہنامہ نئی دہلی فروری ۲۰۰۷ء ص ۲۸۔ (۴) ماہنامہ اہلحدیث کلکتہ (بنگلہ) دسمبر ۱۹۸۵ء، اسلامی آداب معاشرت ص ۱۰۲، از: عبدالرؤف ندوی۔

یعنی مسلمان ویہودی عورتوں کے رحم کے منہ میں کینسر بہت ہی کم ہوتا ہے۔

روزنامہ قومی مورچہ بنارس اپنی ۱۶/دسمبر ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ ''مسلم عورتوں میں بچہ دانی کا کینسر بالکل نہیں دیکھا گیا، اور اس کی وجہ مسلمانوں میں ختنہ کا رواج ہے، اور انہوں نے بتایا کہ بچہ دانی کے کینسر کی تین ہزار مریضاؤں کی چھان بین سے ظاہر ہوا کہ سبھی عورتیں ہندو یا سکھ تھیں۔ ڈاکٹر رستوگی نے دعوی کیا کہ دنیا میں بچہ دانی کے کینسر کے سب سے زیادہ واقعات ہمارے ملک ہندوستان میں ہوتے ہیں۔(۱)

دی ٹائمز آف انڈیا میں ۲۷/جون ۱۹۹۴ء کو ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی، اس رپورٹ کے مطابق خواتین پر سرینگر اور دہلی میں ''رحم کے کینسر'' پر ایک تحقیق کی گئی، رپورٹ کے مطابق کوئی مسلمان خاتون رحم کے کینسر میں مبتلا نہ پائی گئی، ڈاکٹر ایس کھنا شمالی بھارت میں قائم دھرم شالا کینسر فاؤنڈیشن اور ریسرچ کے سیکریٹری سینئر کے ساتھ ۳۰۰/بستروں کا کینسر ہسپتال بھی ہے، ڈاکٹر ایس کھنا نے اپنی ریسرچ رپورٹ کے بارے میں بتایا کہ بھارت میں ۱۸/لاکھ خواتین کینسر کی مریض ہیں جن میں ۴۰/فیصد سے زیادہ رحم کی گردن کے کینسر میں مبتلا ہیں، انہوں نے بتایا کہ اس کینسر کی تین بڑی وجوہات ہیں، ایک مردوں کا ختنہ نہ کرانا بھی شامل ہے۔(۲)

غیر مختون مرد کے عضو تناسل میں بیکٹیریا آسانی سے پرورش پاتا ہے اور مباشرت کے وقت عورت کی طرف منتقل ہو کر رحم کی گردن کا کینسر اور دوسرے جنسی بیماریاں پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ مختون مرد میں ایسا ممکن نہیں ہوتا ہے۔(۳)

اسی طرح کویت سے شائع ہونے والا ماہنامہ عربی مجلّہ ''المجتمع'' ۲۷/جنوری ۲۰۰۷ء میں ایک رپورٹ نشر ہوئی تھی جس کی عبارت اور اس کا مختصر ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"دور الختان لا يقتصر على حماية الرجل المختون من الاصابة بالسرطان بل يظهر تأثيره الوقائي عند زوجات المختونين أيضا مثل سرطان عنق الرحم". (۴)

یعنی ختنہ کروانے سے صرف مرد ہی آلۂ تناسل کے کینسر و دیگر امراض سے محفوظ نہیں ہوتے بلکہ ختنہ کروانے سے عورتیں بھی عنق رحم کے کینسر سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔

کیا اسلام کی حقانیت کے لئے یہی کافی نہیں کہ جس خطرہ کی طرف سائنسداں اور ماہرین طب آج اشارہ اور ثابت کر رہے ہیں، مذہب اسلام نے روز اول ہی سے اس کا سدباب کر دیا تھا۔

☆☆☆

(۱) روزنامہ قومی مورچہ بنارس، مارچ ۱۹۸۶ء، ص: ۱۸۔

(۲) امت مسلمہ پر کفار کے مظالم کے لرزہ خیز حالات، از: محمد انور بن اختر، ص: ۲۵-۲۶۔

(۳) حوالہ مذکور۔

(۴) المجتمع، العدد: ۱۷۳۶، ۸/محرم الحرام ۸/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ الموافق ۲۷/۱/۲۰۰۷ء ص: ۲۷۔

میں مدرسہ ہوں ....

فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ، بنارس

میں برگزیدہ ہدایات کا محافظ ہوں
رسولِ رب کی روایات کا محافظ ہوں
جو زیست عہد صحابہ نے پیش کر دی ہے
انہیں نقوش وعلامات کا محافظ ہوں
وہ لازوال جو سارے جہاں کا خالق ہے
اُسی خدا کی عبادات کا محافظ ہوں
میں مدرسہ ہوں، مرا درس ہی ہے امن واماں
جہاں میں عدل ومساوات کا محافظ ہوں
کہ جن اصولوں سے انسانیت سنورتی ہے
انہیں شگفتہ خیالات کا محافظ ہوں
سدا سے علم وعمل سے ہے رابطہ میرا
علومِ دین کی خدمات کا محافظ ہوں
جو گنجہائے گرانمایہ ہستیاں گذریں
میں ان کے علمی کمالات کا محافظ ہوں
کبھی بھی ٹھیس نہ پہنچے مرے تقدس کو
بہت ہی محترم جذبات کا محافظ ہوں
نچوڑ یہ ہے کہ میں گلشن محمد ﷺ ہوں
طیورِ امن کے نغمات کا محافظ ہوں
جہاں میں آج بھی فائق ہیں میرے پروردہ
میں ان کی عالی شہادات کا محافظ ہوں

☆☆☆

اخبار جامعہ

شعبۂ دعوت واصلاح، جامعہ سلفیہ بنارس، نے دعوت وتبلیغ کے کام کو منظم اور مؤثر بنانے کے لئے متعدد میٹنگیں کیں، پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق اساتذہ ودعاۃ میں سے پانچ پانچ افراد پر مشتمل حضرات نے مختلف علاقوں کے دورے کئے۔

پہلا گروپ فضیلۃ الشیخ عبدالوہاب حجازی، فضیلۃ الشیخ اسعد اعظمی، فضیلۃ الشیخ مسعود عالم سلفی اور فضیلۃ الشیخ رفیع احمد سلفی پر مشتمل تھا، یہ گروپ جمعہ کے دن ۴/۱۱/۱۴۲۸ھ=۱۶/۱۱/۲۰۰۷ء بنارس کے مشرقی علاقہ لوہتا گیا اور ہر ایک نے مختلف مساجد میں خطبۂ جمعہ دیا اور لوگوں سے ان کے مسائل کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔

دوسرے ہفتہ میں فضیلۃ الشیخ محمد یونس مدنی، فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی، فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالقیوم مدنی، فضیلۃ الشیخ عبدالکبیر مدنی اور فضیلۃ الشیخ محمد انس مکی جمعرات کے دن ۱۰/۱۱/۱۴۲۸ھ=۲۲/۱۱/۲۰۰۷ء بنارس کے ایک مضافاتی علاقہ ببری تشریف لے گئے اور یہاں پر ایک خالص دینی پروگرام منعقد ہوا، جس میں فضیلۃ الشیخ محمد یونس، فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی اور فضیلۃ الشیخ محمد عبدالقیوم نے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں اور لوگوں سے تبادلۂ خیال کیا۔

تیسرے ہفتہ میں فضیلۃ الشیخ عبدالسلام مدنی، فضیلۃ الشیخ نعیم الدین مدنی، فضیلۃ الدکتور محمد ابراہیم مدنی اور فضیلۃ الشیخ عبدالرحیم ریاضی پر مشتمل ایک وفد جمعرات کے دن ۱۷/۱۱/۱۴۲۸ھ=۲۹/۱۱/۲۰۰۷ء کو بنارس کے شمالی خطہ رسول پورہ گیا اور اس علاقہ کی مختلف مساجد میں مغرب کی نماز کے بعد ہر ایک نے مختصر تقریر کی اور پھر لوگوں کے سوالات کا جواب دیا۔

بتاریخ ۱۰/دسمبر ۲۰۰۷ء بروز سوموار بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث طیب شاہ مدن پورہ میں قربانی کے احکام ومسائل کے موضوع پر ایک پروگرام ہوا جس میں مولانا عبدالسلام صاحب مدنی اور مولانا اسعد اعظمی صاحب نے خطاب کیا اور سامعین کے سوالوں کا جواب دیا۔

بتاریخ ۱۴/دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعہ مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی، مولانا نعیم الدین صاحب مدنی اور مولانا اسعد اعظمی صاحب پر مشتمل ایک وفد بھدوہی روانہ ہوا، اور وہاں کی مختلف مساجد میں خطبۂ جمعہ دیا، بعد ازاں وہاں کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے مسائل سنے، اور ان کے سوالات کے جواب دیئے۔

(شعبۂ نشر واشاعت)



اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ بنارس میں
کمپیوٹر کا یکسالہ ڈپلومہ کورس

جامعہ سلفیہ بنارس ملک وبیرون ملک میں علوم دینیہ کی تدریس میں مشہور وممتاز رہا ہے، دور حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کے مدنظر طلبہ کے لئے کمپیوٹر کی تعلیم کا ایک نیا شعبہ جامعہ نے قائم کیا ہے جس میں یکسالہ ڈپلومہ کورس بنام کمپیوٹر اپلیکیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی۔ٹی۔ پی۔ (Computer Application & Multilingual D.T.P.) کی تعلیم دی جارہی ہے، یہ شعبہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (National Council for Promotion of Urdu Language) کے زیر نگرانی چلے گا، نیز حکومت ہند (Human Resource and Development) کی وزارت باشتراک DOEACC Centre, Chandigarh اور حکومت ہند کی (Information & Technology) کی وزارت سے تسلیم شدہ ہے۔

Course Details:

Module 1	Information Technology	Module 2	Business Systems
Module 3	Web Application Development	Module 4	Programming through Visual Basic
Module 5	Multilingual DTP	Module 6	Project Work

اس کورس کی تمام کتابیں اور اس کی متعلقہ اشیاء مفت فراہم کی گئیں، اور علی الاقل دسویں پاس طلبہ کو بھی تعلیم کا موقع دیا گیا ہے، نیز خواہشمند طالبات کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا ہے۔

اس کورس کی ابتداء 1st Jan. 2008 سے ہوئی اور اس میں ۱۹ طلبہ نے داخلہ لیا، کمپیوٹر کی یہ تعلیم المنار بلڈنگ، ریوڑی تالاب، وارانسی میں دی جارہی ہے۔

خواہشمند حضرات سے گزارش ہے کہ اس موقع سے مستفید ہوں۔

☆☆☆

باب الفتاوی

کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ماہ محرم کیا یہ باعث وخیر وبرکت کا مہینہ ہے؟ اس مہینہ کی کون سی خوبی ہے؟ بیان کریں۔

(۲) اس مہینہ میں مرثیہ خوانی کرنا اور ماتم ونوحہ کرنا جائز ہے؟

قرآن وحدیث کی روسے جواب دے کرشکریہ کاموقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوہاب:

(۱) صورت مسئولہ میں سب سے پہلے واضح ہوکہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں یہ واضح طور پر بتلادیا ہے کہ: ﴿ثم جعلناك على شريعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذين لا يعلمون﴾ (سورۃ الجاثیۃ:۱۸) یعنی اے نبی! ہم نے آپ کوشاہراہ شریعت کاپابند وتابع قراردے رکھا ہے۔لہذا آپ اسی شاہراہ شریعت کے احکام کی پیروی کیجئے اورعلم دین وشریعت سے ناواقف ونادان جاہلوں کی خواہشات واہواء(بدعات وخودساختہ) کی پیروی وتابع داری نہ کیجئے۔اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: ﴿اتبعوا ما أنزل اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء قليلا ما تذكرون﴾ (لأعراف:۳) یعنی تم لوگ اس کی اتباع کروجوتمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالی کوچھوڑ کرمن گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کروتم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔(ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی)

اور یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ آیات کریمہ واحادیث نبویہ کا مجموعہ ہی شاہراہ شریعت ہے، اورآیات کریمہ واحادیث نبویہ وامورشرعیہ سے مدلل کئے بغیر امورکودین اسلام کی طرف منسوب کرکے اسلامی وایمانی ودینی امورسمجھ لینا اور دوسروں کوبھی سمجھانا اور بتلانا بدعات شنیعہ وقبیحہ ہیں اورتمام بدعات ضلالتوں کا مجموعہ ہیں اورہر ضلالت وبدعت اپنے مرتکب کوجہنم رسید کرنے والی ہے، یہ باتیں بہت سارے نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ وتصریحات صحابہ کرام واسلاف عظام کا خلاصہ وماحصل ہیں۔

ہمارے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بروز قیامت جب میں حوض کوثر پراپنی امت کوحوض کوثر کا پانی پلارہاہوں گا اس

وقت بہت سارے لوگ بظاہر مسلمان نظر آرہے ہوں گے، اور حوض کوثر پر آکر پانی پینے کے لئے کوشاں ہوں گے مگر فرشتے ان بدنصیب لوگوں کو دھکے دے کر کوثر کی طرف آنے سے روکیں گے، میں کہوں گا کہ انہیں آنے دیا جائے یہ بھی میری امتی ہیں تو فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے ہیں یہ لوگ اگر چہ بظاہر مسلمان تھے مگر درحقیقت یہ لوگ بدعت پرست تھے، یہ سن کر ہمارے رسول ﷺ کو اہل بدعت سے سخت نفرت اور وحشت ہوگی اور آپ ﷺ حکم دیں گے کہ انہیں یہاں سے بھگا کر جہنم رسید کردیا جائے، یہ حدیث صحیحین ودیگر کتب حدیث میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

اس کے بعد یہ واضح ہو کہ ماہ محرم اور اس کی دسویں تاریخ کو خیر وبرکت کا ذریعہ سمجھنا اور اس کی راتوں کی عبادت کو ساتوں آسمانوں کے عبادت گزاروں جیسی عبادت سمجھنا اور یہ کہنا کہ جس نے چار رکعت نماز پڑھی اللہ تعالی اس کے پچاس سال گذشتہ اور پچاس سال آئندہ کی خطائیں بخش دے گا۔ یہ اور اس طرح کی بہت ساری فضیلت بیان کرنا، یہ سب اختراعی ومن گھڑت باتیں ہیں، جیسا کہ امام ابن الجوزی نے کتاب (الموضوعات ۲/۲۰۱) میں وضاحت کردی ہے۔ ان باتوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے یہ مردود ہیں، رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (متفق علیہ) اور "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد" (رواہ مسلم) اور اس طرح کی فضیلت بیان کرنا اور یہ کہنا کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس کا مرتکب جہنم رسید ہوگا، رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" (صحیح البخاری مع الفتح ۱/۲۶۹، ح: ۱۱۰، باب: ۳۸، وصحیح مسلم ص ۱۲۹۷، باب التثبت فی الحدیث)

ماہ محرم کے بارے میں شریعت سے جو ثابت ہیں وہ یہ ہیں: (۱) یہ چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت: ﴿إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السماوات والأرض، منها أربعة حرم، ذلك الدين القيم﴾ (سورۃ التوبہ: ۳۶)، (۲) اس مہینہ کی دس تاریخ کو حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے نجات دی تھی جس وجہ سے حضرت موسیٰ نے شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا، اور ہمارے رسول ﷺ نے حضرت موسیٰ کی اس یادگار کو زندہ رکھنے کی ترغیب دی اور آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا۔ (متفق علیہ) البتہ یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے یوم عاشوراء سے ایک روز قبل یا بعد ایک دن کا روزہ بھی مسنون قرار دیا: "صوموا يوم عاشوراء وخالفوا فيه اليهود وصوموا قبله يوما أو بعده يوما" (مسند احمد ۱/۲۴۱)، (۳) مسلم شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم" (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم) یعنی رمضان کے بعد محرم کا روزہ سب سے زیادہ افضل ہے، (۴) اور اس مہینہ کی دس تاریخ کو روزہ رکھنے

سے گذشتہ ایک سال کا گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(مسلم،کتاب الصیام،باب:۳۶،ح:۱۹۶،۱۹۷)

ماہ محرم میں صحیح روایات سے ان باتوں کے علاوہ کوئی عمل ثابت نہیں ہے،جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ (۱۱/۴) مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ میں اور امام ابن الجوزی کتاب الموضوعات ۱۹۹/۲، مطبوعہ ۱۹۶۶ء میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

(۲) ماہ محرم ہو یا کوئی دوسرا مہینہ و دن سب میں مرثیہ خوانی و ماتم ناجائز و حرام ہے،جیسا کہ سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، (باب:۵۴،ح:۱۵۹۲) کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے: "نهى رسول الله ﷺ من المراثي" یعنی رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ سے منع فرمایا ہے،اسی طرح ابوداود کی حدیث سے نوحہ و ماتم کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، "لعن رسول الله ﷺ النائحة والمستمعة" (سنن ابی داود، کتاب الجنائز،باب:۲۹،ح:۳۱۲۸) یعنی نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور غور سے سننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اور اس روایت جو کہ صحیحین کی ہے اس سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، "ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوة الجاهلية" یعنی ہم میں سے نہیں جو کسی کی موت پر اپنے گالوں پر طمانچے مارے،گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی پکار پکارے، اسی طرح سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز (باب:۵۲ ح:۱۲۹۰) میں ہے کہ: "أنا بريء ممن حلق وسلق وخرق" یعنی میں اس سے بیزار ہوں جو (ماتم میں) سر کے بال منڈوائے یا بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے۔اس معنی کی اور بہت سی حدیث بخاری ومسلم کی کتاب الجنائز میں موجود ہیں۔

اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ شریعت سے جو چیزیں ثابت ہیں انہیں پر عمل کریں اور اختراعی چیزوں سے بچیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

الجواب صحیح
محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس

ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم
حررہ: ابوعفان نورالہدی عین الحق سلفی مالدہی
جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

☆☆☆